وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے!

جلد 10	شمارہ 03	جمادی الثانی 1437ھ	مارچ 2016ء

ISSN 2305-6231

ماہنامہ حکمتِ بالغہ جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
حافظ مختار احمد گوندل
پروفیسر خلیل الرحمٰن
محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین وگرافکس: جواد عمر
قانونی مشاورت:
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com
ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	حقیقتِ نفاق (حصہ دوم)	انجینئر مختار فاروقی	10
5	مقدمہ سیرۃ امام المرسلین ﷺ سلسلہ وار 2	ساجد محمود مسلم	24
6	تفرقہ: وجہ عذاب!	عبدالرشید ارشد	34
7	کوئی خدا نہیں مگر اللہ تعالیٰ	سلطان بشیر محمود	42
8	لادینیت کا سیلاب......ایک وارننگ	محمد منظور انور	56
9	تبصرہ وتعارف کتب		60

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الشمس آیات 15 ، رکوع 1

اس سورۃ مبارکہ میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ اس کائنات کے نظام میں سورج اور چاند، دن اور رات، آسمان اور زمین جس طرح ایک دوسرے کی ضد ہے اور ان کے اثرات بھی باہم مختلف ہیں اسی طرح انسانی فطرت میں بھی بھلائی اور برائی، خیر اور شر کے متضاد رجانات موجود ہیں اور خالق نے انسان کی فطرت میں الہامی علم کے ذریعے بھلائی اور بُرائی میں امتیاز کی صلاحیت بھی رکھی ہے اور یہ احساس بھی دیا ہے کہ خیر کو اختیار کرنا اور شر سے پرہیز کرنا چاہیے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانی فطرت کے اس الہامی علم کی وضاحت کے لیے ہی تشریف لاتے رہے ہیں۔ ایسے ہی ایک نبی حضرت صالح علیہ السلام کا مختصر قصہ مذکور ہے کہ قوم ثمود نے سرکش ہو کر آپؑ کو جھٹلایا اور اونٹنی کا معجزہ دیکھ کر بھی اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کے ربّ عزّوجلّ نے اس قوم کو عذاب سے تباہ کر دیا۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی

وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ○

اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَايَغْشٰهَا ۝

اور دن کی جب اسے چمکا دے   اور رات کی جب اسے چھپا لے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝

اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا

وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝

اور انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضا کو برابر کیا

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝

پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

کہ جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا

اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝

(قومِ) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر کو) جھٹلایا

جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اُٹھا

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۝

تو اللّٰہ کے پیغمبر (صالحؑ) نے ان سے کہا کہ اللّٰہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے حذر کرو

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

مگر انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝

تو اللّٰہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کر کے) برابر کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَخْلَقُ فِیْ جَوْفِ
اَحَدِکُمْ کَمَا یَخْلَقُ الثَّوْبُ
فَاسْأَلُوا اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یُّجَدِّدَ
الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ

(مستدرک عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

بے شک تمہارے دلوں میں ایمان بھی پرانا ہوجاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہوجاتا ہے؛ لٰہذا تم اللّٰہ تعالٰی سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ کردے۔

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

اے دُعا جا عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے
اے خدا! اب پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے

انجینئر مختار فاروقی

- آغا حشر کاشمیری کا یہ شعر گزشتہ ڈیڑھ صدی سے اُمت مسلمہ کی حالت زار کا 'نوحہ' ہے۔ یہ نوحہ ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور اُمت مسلمہ کی حالت چند استثنآت کے ساتھ دن بدن مزید تنزّلی اور کسمپرسی کا شکار ہے۔
- گزشتہ ایک سال کی خبروں کا سرسری جائزہ لیں اور اخبار بین حضرات صرف اخباری تراشوں اور ٹی وی خبروں کے عنوانات کو ہی ذہن میں تازہ کریں تو اُمت مسلمہ کی زبوں حالی کی صورت حال کچھ یوں بنتی ہے:

☆ اُمت مسلمہ داخلی انتشار کا شکار ہے اور مرکزیت نہ ہونے کی وجہ سے جذب باہمی کی کشش (COHESION) کی بجائے باہمی بغض وعناد (REPULSIVE ATTITUDE) کا شکار ہے۔

☆ سعودی عرب اور یمن کی باہمی چپقلش دشمن کی لگائی ہوئی آگ ہے جس میں جسدِ ملت جل رہا ہے۔

☆ عراق میں اُمت مسلمہ کا ایک حصہ دباؤ کا شکار ہے اور حکمران غیروں کے سہارے ایوانِ حکومت میں براجمان ہیں اور غیروں کی 'خدائی' کا ہی راگ الاپ کر انھیں کے حق میں اقدامات کر رہے ہیں، جس سے اُمت مسلمہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ شام میں جسد ملیّ سے خون بہ رہا ہے اور مسلمان ممالک کے حکمران غیر ملکی آقاؤں کے تیور دیکھ کر اس قتل وغارت کا سدباب کرنے سے قاصر ہیں۔

☆ اُمت کے وسائل کو تباہ کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بے گھر۔ تا کہ اُمت مسلمہ کسی اتحاد یا اجتماعیت کی طرف نہ جا سکے۔

☆ شام کے مہاجرین NATO کی نگرانی کے CORRIDOR میں کسی طے شدہ منصوبے کے تحت یورپ امریکہ اور کینیڈا پہنچائے جا رہے ہیں۔ جہاں کچھ کو سرکاری طور پر SETTLE کیا جا رہا ہے اور دیگر کو مقامی آبادی کے افراد ذاتی سطح پر پناہ دے کر اکیسویں صدی کی جدید غلامی کو فروغ دے رہے ہیں۔ ان مہاجرین کے کیمپ ازمنہ قدیم کے غلاموں کے بازاروں کی شکل اختیار کر گئے ہیں تا کہ یورپ امریکہ کینیڈا میں آقاؤں کو سستی لیبر (CHEAP LABOUR) اور زر خرید ذاتی ملازم میسر آ سکیں۔ شہریت کے بغیر کسی یورپی ملک میں داخلہ اور قیام اَزمنہ قدیم کی 'غلامی' سے بھی بدتر صورتحال ہوتی ہے۔

☆ افغانستان، چیچنیا، بھارت، برما اور کشمیر میں مغربی طاقتوں کے زیر اثر حکمران مسلمانوں کی نسل کُشی کے منصوبوں پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔

براعظم افریقہ کے مسلم ممالک میں بالخصوص جہاں اسلام کے غلبے کی 'آرزو' پائی جاتی ہے اور جہاں سے انیسویں صدی میں احیائے اسلام کی تحریکیں اُٹھیں وہاں مغربی طاقتیں اقوامِ متحدہ کے جھنڈے تلے نیز امدادی کاموں اور ترقیاتی منصوبوں کے نام پر بھی اور عیسائی اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر (بھارت، برما، کشمیر، چیچنیا وغیرہ میں انہیں اقلیتوں کے حقوق یاد نہیں آتے) بھی اور عالمی دہشت گردی کے خاتمے کے ایجنڈے کی تحت بھی اُمت مسلمہ کے افراد کے لیے اُن کے اپنے وطنوں کو جہنم زار بنا دیا گیا ہے اور مہاجرین بنا کر ترقی یافتہ ممالک میں بھیجا جا رہا ہے تا کہ وہاں وہ غلامی کی زندگی بسر کر سکیں۔ (یاد رہے کہ پاکستان ایک غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ ملک ہو کر بھی 30 لاکھ افغانیوں کی تین چار دہائیوں سے مہمان نوازی کر رہا ہے جبکہ مغربی مہذب ممالک ترقی اور وسائل کے باوجود مہاجرین سے غلاموں جیسا سلوک کر رہے ہیں)

☆ 9/11 کے بعد بالعموم اور گزشتہ سال فرانس کے واقعات کے بعد فرانس، برطانیہ اور امریکہ میں بالخصوص مسلمانو ں کے لیے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے اور 'ISLAMPHOBIA' کا 'بھوت' خود امریکی میڈیا اور حکومت پروان چڑھا رہے ہیں۔ آئے دن امریکہ جیسے (غیر) مہذب ملک میں مسلمانوں کو بلاوجہ گولی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان

کے منصوبوں کے مطابق مسلمان اگر اس دباؤ میں VIOLENT ہو جائیں تو ان کے خلاف کارروائی کر کے ان کی نسل کُشی کی جا سکے اور امریکہ جہاں 'IN GOD, WE TRUST' کے الفاظ سرکاری سلوگن ہے وہاں 'حقیقی خدا' کے ماننے والوں کا صفایا کیا جا سکے۔

☆ مغربی ممالک نے جنگ عظیم اوّل 1914ء۔1918ء کے بعد سے مسلمان اکثریت کے علاقوں شمالی افریقہ، مشرقی وسطی، مشرقی یورپ وغیرہ میں جو کچھ کیا تھا وہ بھی ایک منصوبے کے تحت تھا دوسری جنگ عظیم (1939ء۔1945ء) میں مسلمانوں پر جو مظالم کیے وہ بھی اور آج بھی مسیحی عالمی مغربی طاقتیں جو کچھ کر رہی ہیں وہ دراصل اسلام، پیغمبر اسلام (حضرت محمد ﷺ) اور مسلمانوں کے خلاف ان کے خفیہ عالمی صلیبی اور ابلیسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

حق بات یہ ہے کہ سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہوں یا سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہوں اُن کو حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد جلد یا بدیر ان پر ایمان لانا چاہیے تھا اس لیے کہ وہ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے آتے تھے مگر نا معلوم وہ کونسی نادیدہ طاقت یا غیر مرئی ہاتھ ہے جو قیصر روم (صلح حدیبیہ کے بعد) کے دور سے حضرت محمد ﷺ اور ان کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکاروں سے بھی دلوں میں بغض اور بیر رکھ کر برسر پیکار ہے۔

● مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کی اصل وجہ مسلمانوں کی یک جہتی (UNION) اور اتحاد کا فقدان ہے اور ساٹھ سے زیادہ مسلم اکثریت کے ممالک ہونے کے باوجود کسی اجتماعیت کا خیال بھی نہیں آتا اور یہ ممالک پہلے مغربی طاقتوں کے زیر اثر اپنے ذاتی مفادات کے لیے آپس میں لڑتے ہیں اور پھر اپنے تنازعات UNO میں لے جاتے ہیں (جبکہ قرآن مجید میں حکم ہے کہ وہ اپنے معاملات آسمانی ہدایت کے تحت قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کریں) اور UNO ایسی بے ضمیر لوگوں کی صہیونیت کی غلام اجتماعیت ہے کہ جہاں انصاف کا 'خون' کر کے پانچ اسرائیل نواز حکومتوں کو VETO کا حق دیا گیا ہے جس سے 'صلیبی ایجنڈے' کے حق میں انتہائی جانبداری کی بو آتی ہے ایسے ماحول اور ادارے میں UNO کے تحت ماضی کے ستر سالوں میں بھی اور آئندہ قیامت تک بھی کسی مسلمان قضیئے پر مسلمان ممالک کو انصاف ملنے کی توقع سراسر عبث ہے۔

مسئلہ کشمیر آج تک حل نہ ہو سکا۔ نہ معلوم کیا رکاوٹ اور مغربی طاقتوں (اور اسرائیل)

کی بھارت سے کیا رشتہ داری اور شراکت ہے کہ وہ اس کو انصاف کے کٹہرے میں نہیں لا سکتے۔ یہ بات تو جب 'UNO' کا دور ختم ہوگا اور کوئی 'واقعی' نیا نظام آئے گا اسی وقت ظاہر ہو سکے گی اور جب بھی یہ بات کھلے گی سوائے UNO کی سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان کی جانبداری اور بد دیانتی کے کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔

امریکہ کی 57 ریاستیں ہیں اور USA میں حرف 'U''UNITED' کا مخفف ہے، یورپ کے ممالک نے مل کر یورپی یونین بنالی ہے۔ کیا مسلم اکثریت کے 60 ممالک اپنی UNION نہیں بنا سکتے تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ ہی کیا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ بات ہمارے حکمرانوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں۔ OIC کا ادارہ بنا اور موجود ہے مگر مغربی طاقتوں کا 'حکم' ہے کہ اس کو 'فعال' نہ کرو، لہٰذا ہم 'غلام' لوگ مغربی طاقتوں کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی کوئی اجتماعی قیادت وجود میں آ جائے تو یہ موجود غاصب حکمرانوں میں سے اکثر کے لیے چونکہ موت کے مترادف ہے لہٰذا ان کی خواہش یہی ہے (اور مغربی طاقتوں کی DICTATION بھی یہی ہے) کہ مسلم ممالک کے 'اتحاد' کا نام بھی نہ لو۔ لہٰذا مستقبل قریب میں بھی اُمت مسلمہ کے حالات پر رونے، آنسو بہانے اور ماتم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

● دنیا میں نہ کوئی فرد ہمیشہ کے لیے آیا ہے اور نہ کوئی تہذیب، تمدّن اور حکمران خاندان۔ آج کی مغربی بالادستی بھی ایک نہ ایک دن ختم ہونی ہے اس وقت تک مسلم اُمت کے حالات اسی طرح 'گردشِ ایام' اور نحوست کا شکار رہیں گے۔ جیسا کہ امریکہ کے صدر اوباما نے اپنے سالانہ خطاب میں تذکرہ کیا ہے۔

آغاز میں دیا گیا شعر دوبارہ عرض ہے کہ ہم مجبور ومقہور ومظلوم اُمت کے افراد اپنے رب کے حضور التجا کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں

اے دُعا جا عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے
اے خدا! اب پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے

اے اللہ تو موجودہ مغربی ظالم طاقتوں کی ابلیسی بالادستی کو جلد زوال سے دوچار کردے۔ آمین یارب العالمین۔

حقیقتِ نفاق

(حصہ دوم)

(گزشتہ سے پیوستہ)

انجینئر مختار فاروقی

اس نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا نفاق جو سب سے زیادہ مہلک ہے وہ تو ہمارے اس علاقے کے لوگوں میں کم ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ منافقت کی ایک دوسری قسم ہے جو بہت عام ہے۔ پہلی قسم کا نفاق ''نفاقِ اعتقادی'' کہلاتا ہے یعنی کسی کا عقیدہ، سوچ، نظریہ اور خیال ہی یہ ہو کہ وہ سچا مسلمان نہیں ہو رہا بلکہ ویسے ہی اوپر اوپر سے مسلمان ہو رہا ہے۔ صاف ظاہر وہ دل سے مسلمان ہی نہیں ہو رہا تو صرف مسلمانوں میں شامل ہو جائے گا۔ یہ منافقت بہت خطرناک ہے اُس کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی۔ دوسری قسم کا نفاق ''نفاقِ عملی'' کہلاتا ہے یعنی ایک آدمی اپنے آپ کو سمجھتا بھی مسلمان ہے کبھی نماز پڑھتا ہے کبھی رہ جاتی ہے کبھی اچھا کام ہو گیا کبھی نہیں ہوا۔ لیکن حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس میں اگر چار نشانیاں پائی جاتی ہیں جو اس کا مزاج ہے تو بھی وہ منافق ہے کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا یعنی وہ خالص منافق ہے، کٹر منافق ہے یا آج کل کی اصطلاح میں وہ سو فی صد منافق ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی مزید وضاحت فرمائی کہ اگر ان چار نشانیوں میں سے تین اس میں ہیں تو پچھتّر فیصد پھر بھی منافق ہے اور اگر چار میں سے دو نشانیاں ہیں تو پچاس فیصد پھر بھی منافق ہے اور اگر چار میں ایک ہی ہے (ابھی ابتدائی سٹیج میں پھر رہا ہے) تو پچیس فیصد پھر بھی منافق ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے وَاِنْ صَامَ وَ صَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ اگر چہ وہ نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور دعویٰ

کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔لیکن اگر یہ چار کام کرتا ہے تو وہ منافق ہے۔پہلی قسم کا نفاق، جسے نفاقِ اعتقادی یا عقیدے کا نفاق کہا گیا، اس کا ذکر قرآن پاک میں سورۃ آلِ عمران میں ہے۔رسول اللہ ﷺ پر جو شخص بھی ایمان لاتا تھا اس کے ایمان کی کیفیت ایسی ہوتی تھی خاص طور پر مکے میں، کہ اس آدمی کو جتنا مرضی ستا لو، جتنا مرضی پریشان کر دو وہ جان دے سکتا ہے ایمان نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کافروں کے لئے بڑا مسئلہ تھا کہ جو آدمی بھی محمد ﷺ کا دامن پکڑ لیتا ہے وہ واپس ہی نہیں آتا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی مکے میں وہ کامیاب نہیں ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ مدینے آ گئے تو یہاں یہودیوں نے ایک سازش کر دی یہاں چونکہ وہ مار پڑنے کی کیفیت نہیں تھی تو کچھ آسان ماحول لگا۔سازش یہ تھی کہ دو دو یا تین تین آدمیوں کا گروپ بنا دو، وہ دو تین آدمی صبح کے وقت محمد رسول اللہ ﷺ کی محفل میں مسجد نبوی میں جائیں اور جا کر کہیں کہ ہم مسلمان ہونے آئے ہیں WELCOME آجاؤ، مسلمان ہو جاؤ، اسلام میں کوئی پری انٹری ٹیسٹ نہیں ہے، جو آدمی آیا ہے اسی کی ذمہ داری ہے وہ وعدہ کر رہا ہے کہ میں نماز پڑھوں گا، روزے رکھوں گا آجاؤ ہو جاؤ مسلمان۔وہ مسلمان ہو جاتا تھا خوشی ہوتی تھی ہر کوئی WELCOME کرتا تھا مبارک باد دیتا تھا۔انہوں نے منصوبہ یہ بنایا تھا کہ شام کو وہ لوگ اعلان کر دیتے تھے کہ میں تو واپس اپنے آبائی مذہب میں جا رہا ہوں میں آیا تھا اسلام میں لیکن مجھے تو کوئی اچھی چیز نظر ہی نہیں آئی اس سے بہتر تو ہمارا اپنا دین ہے میں اسلام چھوڑ کے جا رہا ہوں۔یہ ایک سازش تھی جس کے تحت وہ آئے تھے اور چلے گئے لیکن وہ مخلص مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کر گئے کہ یہ لوگ آئے تھے بڑے مخلص تھے پتہ نہیں کیا چیز ان کو نظر آئی کہ جو ہمیں نظر نہیں آ رہی کچھ شکوک وشبہات پیدا کر گئے۔یہ آدمی جو جھوٹے مسلمان ہوئے اور واپس چلے گئے وہ تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی مسلمان نہیں ہوئے یہ بھی نفاق ہے اور خطرناک نفاق ہے سب سے برا نفاق ہے۔یہ آج کل بھی ہے۔ہمارے ملک پاکستان کے تین طرف کچھ اور ممالک ہیں، پڑوسی ملک ہیں ان سے جنگیں بھی ہیں خاص طور پر ہماری مشرقی سرحد کے ساتھ بھارت ہے۔چونکہ جنوبی ایشیا کو کاٹ کر پاکستان بنایا گیا تھا لہٰذا وہ پہلے دن سے ہی دشمن ہے کہ پاکستان کیوں بن گیا۔اس کے ساتھ کئی جنگیں بھی ہو چکی ہیں ہر وقت ہم مشرقی دشمن کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔لہٰذا ان کے بہت سارے لوگ جاسوس بن کر ادھر آتے رہتے ہیں

اور ہمارے پاکستان سے بھی حالات کو دیکھنے کے لئے جاسوس وہاں جاتے ہوں گے۔ اُدھر سے جاسوس اِدھر آتے ہیں۔ ہمارا یہ جھنگ کا علاقہ وسطی پنجاب کہلاتا ہے چاروں طرف ہمیں کسی غیر مسلم ملک سے سرحد نہیں لگ رہی اس لیے شاید یہاں بھی جاسوس ہوں گے بھارت کے افغانستان کے اور کسی ملک کے، لیکن اتنے زیادہ نہیں ہیں جتنے سرحدی علاقوں میں ہوتے ہیں۔ اب وہاں ہندوستان سے جو آدمی جاسوس بن کے پاکستان آئے گا وہ ہندوؤں کا لباس نہیں پہنے گا اگر وہ ایسا کرے گا تو فوراً پہچان لیا جائے گا کہ یہ مسلمانوں کے ملک میں کہاں سے آ گیا۔ نہ ہی کوئی ایسے نشان ہوں گے جو ان کی پہچان ہیں۔ بلکہ وہ تو پکا مسلمان بن کر رہے گا بزرگوں جیسا لباس پہنے گا ہاتھ میں تسبیح ہوگی عصا ہوگا، پگڑی ہوگی اور سب سے پہلے مسجد میں جائے گا، خدمت کرے گا جھاڑو دے گا اذان اور تکبیر کہنے کی کوشش کرے گا وہ CAMOUFLAGE کرے گا تا کہ کسی کو شک بھی نہ ہو کہ یہ شخص غیر مسلم ہے اتنا ہی کامیاب جاسوس ہوگا جتنا وہ CAMOUFLAGE کر سکے کہ کسی کو کبھی بھی شک نہ ہو سمجھدار سے سمجھدار آدمی بھی READ نہ کر سکے کہ یہ جاسوس ہے۔ وہ امام صاحب کی خدمت کرے گا، مٹھائی کے ڈبے لائے گا، وہ غریبوں کی مدد کرے گا جو بھی ہو سکتا ہے وہ کرے گا پھر دو سال چار سال بعد جب بھی وہ ڈیوٹی ختم کر کے جائے گا تو جیسا کافر آیا تھا اسی طرح کافر چلا گیا وہ مسلمان نہ ہونے آیا تھا نہ مسلمان ہوا دھوکا دے گیا۔ یہ نفاق عقیدے کا نفاق کہلاتا ہے۔ اس قسم کا نفاق الحمد للہ یہاں ہمارے ہاں نہیں ہے اس لئے کہ ہم سرحدی علاقے میں نہیں ہیں اگر یہاں ہوگا بھی تو بہت کم۔ لیکن نفاق کی ایک دوسری قسم ہے جو نفاقِ عملی کہلاتا ہے کہ ہے تو بندہ مسلمان، نماز بھی پڑھتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے، اچھے کام بھی اکثر اوقات کرتا ہے لیکن اس کی سوچ، اس کا طرزِ عمل، اس کے معاملات کچھ ایسے ہیں کہ وہ منافق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ مسلم شریف کی روایت ہے) کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں یہ جس آدمی میں بھی پائی جائیں کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا (وہ خالص منافق ہے) پھر جیسے پہلے میں نے تشریح کی کہ اگر ان میں سے تین ہیں تو 75%، دو ہیں تو 50% اور ایک نشانی ہے تو وہ بھی بَری نہیں ہے 25% وہ بھی منافق ہے۔ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَ زَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِم (اگرچہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو، اور دعوے سے کہتا ہو کہ میں تو پکا مسلمان ہوں)۔ یہ عملی نفاق عام ہے ہم بھی اس کے شکار ہو سکتے

ہیں۔ پہلے والے نفاق سے تو شاید ہم بَری ہیں الحمدللہ لیکن اس دوسری قسم کے نفاق سے ہم اپنے آپ کو بَری نہیں کہہ سکتے اوراس پرغور کرنا ہوگا کہ اس کی نشانیاں ہمارے اندرنہ پائی جائیں۔

وہ نشانیاں کیا ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ ۔پہلی نشانی یہ ہے جب بات کرے جھوٹ بولے۔صاف ظاہر ہے کہ 100% تو کوئی بھی جھوٹ نہیں بولتا۔کیا نام ہے؟ بتا دے گا، کہاں کے رہنے والے ہو وہ بھی سچ بتا دے گا لیکن جہاں مفاد آرہا ہوگا یا جہاں نقصان ہورہا ہوگا وہاں جھوٹ بول دے گا۔منافق کی پہلی نشانی یہ ہے کہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔جہاں مفاد پرزد پڑتی ہو نقصان ہورہا ہو وہاں جھوٹ بول دے۔

دوسری نشانی ہے: اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ وعدے معاہدے دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں۔دوست بھی وعدہ کرتے ہیں کہ میں ابھی آرہا ہوں تم مجھے ملنے آجانا، اتنے بجے یہ ہوگا وہ ہوگا وغیرہ وغیرہ ہر چیز وعدہ ہی ہے، ساری دنیا وعدوں پر ہی چل رہی ہے، ٹیلی فونوں سے سارا کاروبار وعدوں پر ہی ہوتا ہے کہ آپ مال بھیج دیں میں اتنے پیسے بھجوا رہا ہوں۔کبھی مال پہلے آجاتا ہے پیسے بعد میں چلے جاتے ہیں کبھی پیسے پہلے بھیج دیتے ہیں مال بعد میں آجاتا ہے۔اگر یہ یقین ہو کہ جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کرے گا تو دنیا بڑی اچھی نبھتی رہتی ہے لیکن اگر یہ شک ہو کہ وہ جو وعدہ کر رہا ہے پتہ نہیں پورا کرے گا یا نہیں تو یہیں سے بدگمانی شروع ہو جاتی ہے اور اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جہاں نقصان ہورہا ہو وہاں جھوٹ بول دیتے ہیں وہاں وعدہ خلافی کر دیں گے اور جہاں فائدہ ہورہا ہو وہاں کہیں گے کہ میں بھی وعدے پر قائم ہوں آپ بھی قائم رہیں لیکن جہاں خلاف ورزی میں فائدہ ہوگا وہاں وہ بھاگ جائے گا نظر ہی نہیں آئے گا۔اس طرح کے معاملات سے یہاں مارکیٹ بھری پڑی ہے۔دوستوں میں، دفتروں میں، محلے داروں میں اسی طرح ہوتا ہے وعدے کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ عِدَۃُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْیَد بندۂ مؤمن کا وعدہ ایسے ہوتا ہے جیسے کسی کا ہاتھ پکڑ لیا جائے، کہ یہ بندہ میرے قابو میں ہے۔اسی طرح بندہ مومن کا وعدہ ہوتا ہے۔جیسے ہم کہتے ہیں کہ 'زبان دی ہے' کئی لوگ نقصان اُٹھا لیتے ہیں زبان کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب زبان دے دی ہے تو اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔اگر وعدہ کر کے کوئی آدمی اس کی خلاف

ورزی کرے تو یہ منافقت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔

منافق کی تیسری نشانی ہے: اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ ۔ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ عام آدمی شاید اس کو بہت ہلکا لیتا ہے یعنی جو ہمارا دیہات کا رہنے والا ہے یا ذرا کم پڑھا لکھا ہے یا جس کی اتنی ذمہ داریاں نہیں ہیں ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ امانت صرف روپے پیسے کی ہوتی ہے۔ آج سے 50 سال پہلے چونکہ بنک بھی زیادہ نہیں تھے اور کاروبار اور سفر اور آنا جانا اتنا زیادہ نہیں تھا تو پہلے زمانے میں لوگ امانت اس لیے رکھتے تھے کہ کسی کا گھر چھوٹا سا ہے اور اتنا محفوظ بھی نہیں ہے اس کے پاس تھوڑی سی رقم آ گئی ہے وہ کسی بڑے آدمی کے پاس چلا جاتا کہ آپ کے گھر کی چاردیواری ہے اور محفوظ ہے اس لیے یہ میرے پیسے آپ رکھ لیں جب مجھے ضرورت ہوگی میں آپ سے لے لوں گا۔ امانت کا یہ تصور ہوتا تھا اور جو اچھے لوگ تھے وہ امانت رکھتے تھے جب وہ مانگتا تھا واپس کر دیتے تھے کہ اسی کا ہے۔ ایسے بھی لوگ تھے کہ جو نوٹ رکھے ہیں ان کو تبدیل بھی نہیں کرتے تھے اور جس کپڑے میں اس کی امانت بندھی ہوتی تھی اس کو چھیڑتے بھی نہیں تھے، کبھی اجازت لی ہوئی ہوتی تھی تو اس میں سے کرنسی تبدیل کر لیتے تھے مثلاً اس کی جیب میں 1000 روپیہ کا نوٹ ہے امانت رکھوانے والے کے سو سو والے نوٹ پڑے ہیں چینج کی ضرورت ہے اب کہاں جائیں چلو 1000 کا نوٹ کھ دو اور دس نوٹ سو روپے کے نکال لو۔ بظاہر کوئی عیب نہیں ہے لیکن کچھ لوگ جب تک اجازت نہیں لیتے تھے یہ نوٹ بھی تبدیل نہیں کرتے تھے۔ یہ آج سے 50 سال پہلے کی امانت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے میں تھے اور آپ کے خلاف قتل کا منصوبہ بن گیا اور پھر آپ کو ہجرت کرنا پڑی تو آپ کے پاس مکے کے لوگوں کی یہی امانتیں رکھی ہوئی تھیں۔ مکے کے سردار تو آپ کے دشمن ہو گئے تھے مگر جو مکے کی عوام تھے وہ جانتے تھے کہ آپ بہت نیک، دیانت دار اور امانت دار آدمی ہیں۔ اپنی امانتیں وہ ابوجہل کے پاس نہیں رکھواتے تھے کہ بدمعاش ہے کھا جائے گا واپس نہیں کرے گا۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ یہ جو امانتیں آپ ﷺ کے پاس تھیں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیں جو آپ کے نوجوان کزن تھے، اور خود ہجرت کر کے چلے گئے۔ یہ وہ امانت کا تصوّر ہے اس زمانے کا۔ آج حالات بدل گئے ہیں پڑھے لکھے لوگ ہیں اور سیاست اور حکومت اور میڈیا اور

معلومات بہت زیادہ ہوگئی ہیں تو ہر آدمی حکومتی معاملات اور بین الاقوامی معاملات کی خبریں سنتا ہے اور اس میں دخل دیتا ہے۔ اب امانت کا تصور بہت وسیع ہو گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ووٹ امانت ہے۔ بات یہ ٹھیک ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ ہمارے دس گھر ہیں اور گلی ہماری کچی ہے اگر آپ گلی بنوادیں یا سوئی گیس لگوادیں تو ہم ووٹ آپ کو دیں گے تو اس نے ووٹ بیچ دیا امانت میں خیانت ہوگئی۔ امانت کا حق تو یہ ہے کہ آپ اہل آدمی کو ووٹ دیں، جو دیانت دار ہو، ملک کا وفادار ہو، وہ پکا مسلمان ہو۔ آپ کہیں کہ سڑک بنوادیں یا سولنگ لگوادیں پھر ووٹ دیں گے تو وہ اپنی جیب سے لگوادے گا اور گنتا رہے گا کہ اتنی سڑکیں بنوائی ہیں اتنے کروڑ لگ گیا اور جب وہاں جائے گا تو لوٹ کھسوٹ کر کے اس سے ڈبل وصول کرلے گا۔ یہی کر رہے ہیں ہمارے MNA اور MPA وغیرہ۔ اسی لئے سارے معاملات خراب ہیں کہ ہم نے اس امانت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر ہمارے بہت سارے MNA اور MPA کے پاس اوپر سے کوٹا آجاتا ہے مثلاً کمپیوٹر سیکشن میں کوئی برانچ ہے اس میں دس آدمی آپ بھی اپنے علاقے کے بھرتی کروالیں۔ اب ہونا یہ چاہئے کہ وہ اپنے پورے علاقے کو دیکھے اور جو اہل لوگ کمپیوٹر میں پڑھے لکھے ہیں ان کو بھرتی کروائے۔ لیکن کرتے یہ ہیں کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ فلاں کزن بھی بے روزگار پھر رہا ہے وہ فلانے دا پتر وی۔ جو میٹرک پاس ہے اس کی کمپیوٹر پاس کی جعلی سند پر بھرتی کردیتے ہیں۔ یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ اسی طرح فنڈز آجاتے ہیں مثلاً سڑکوں کے لیے دس کروڑ، بیس کروڑ، پچاس کروڑ کے فنڈ آگئے۔ وہ کیا کرتے ہیں اپنے محلے کی اپنی گلی اپنے گھر کی سڑک بنوالیتے ہیں اور ٹھیکیدار سے بھی طے ہوتا ہے کہ آدھے تمہارے اور آدھے ہمارے۔ یہ سب امانت میں خیانت ہے۔ حالانکہ امانت داری سے پیسے پیسے کا حساب رکھ کر خرچ کرنا چاہئے تھا اور پھر پورے حلقے میں جہاں کوئی ضرورت ہے وہاں سڑک بنی چاہیے تھی، جہاں سکول کی ضرورت ہے وہاں سکول بننا چاہئے تھا لیکن وہ اپنے ہی ڈیرے پر بنوالیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں امانت میں خیانت کے زمرے میں آتی ہیں۔ تو امانت کا تصور پرانے زمانے میں اور تھا۔ پہلے زمانے میں چونکہ ایک بادشاہ ہوتا تھا اس کے تھوڑے سے سو پچاس آدمی ہوتے تھے جو حکمرانی کرتے تھے، یہ ان کے مسائل تھے۔ آج یہ ہر آدمی کے مسائل ہیں جمہوریت کے نتیجے میں۔ ہر آدمی سمجھ رہا ہے کہ امانت بہت ہی وسیع ہے

حتیٰ کہ اختیارات بھی امانت ہیں۔کوئی جج ہے وہ عام آدمی ہی ہوتا ہےاس کے پاس قتل وغیرہ کے مقدمات ہوتے ہیں اور کبھی مقدمہ سنتے سنتے ایک نوبت آجاتی ہے کہ کل فیصلہ ہے ہوسکتا ہے کہ مجرم کو پھانسی ہوجائے یا بَری ہوجائے یا کوئی درمیانی سزا ہوجائے۔ اگر لوگ رات بارہ بجے اس کے گھر پہنچ جائیں کہ جی اندھیرا ہے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے جناب آپ کے پاس ایک مقدمہ ہے،ہم یہ سفارشی بندہ ساتھ لائے ہیں یہ 20لاکھ روپے لے لیں اور ہمارا مجرم چھوڑ دیں۔اس کے قلم میں طاقت ہے وہ جھوٹ بھی لکھ سکتا ہے۔ اگر وہ 20لاکھ روپے لے کر مجرم کو بری کر دے یا ہلکی سزا دے دے تو اس نے امانت میں خیانت کی،اس کے پاس جو اختیار تھا اس نے اس کا غلط استعمال کیا۔اس سے بھی آگے بہت ساری چیزیں ہیں جن میں اس امانت کی خیانت آج کل بہت ہی عام ہے۔ ہمارے ہاں یہ سارے جو سرکاری عہدے دار ہیں فوج کے ہوں یا بیوکریسی کے۔ مثلاً ضلع کا ایک DCO ہوتا ہے اس کے پاس پتہ نہیں کتنے اربوں کے فنڈز ہوتے ہیں، پورا ضلع اس کے پاس ہوتا ہے،لوگوں کے ٹرانسفر وغیرہ کے حکومتی اختیارات اس کے پاس ہوتے ہیں۔اس کو بہت زیادہ کام کرنا ہوتا ہے اس لیے کئی گاڑیاں اس کے قبضے میں ہوتی ہیں تا کہ وہ اچھے کام میں ان کو استعمال کرے اور فنڈز ہوتے ہیں کہ جہاں ضرورت ہو ان کو استعمال کرے تا کہ اس ضلع میں امن وامان رہے۔اس کا گھر ہوتا ہے، دفتر ہوتا ہے، اس کے ماتحت نوکر چاکر اور بے شمار لوگ ہوتے ہیں، اس کو یہ بھی اجازت ہوتی ہے کہ دفتر کے باہر اپنے نام کی تختی لگالو، وہ اُس کوٹھی پر جو کہ سرکاری ہے، اپنا نام لکھ کر باہر لگا سکتا ہے۔ یہ سب چیزیں اس کے پاس امانت ہوتی ہیں کہ تمہیں چونکہ ایک ڈیوٹی دی گئی ہے اور اس ڈیوٹی کو ادا کرنے کے لئے بہت ساری چیزیں چاہئیں کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں لہٰذا یہ چیزیں استعمال کرو۔ اگر وہ سرکاری صوفے اپنے ذاتی گھر لے جائے اور ساری سٹیشنری بچے استعمال کر رہے ہوں سرکاری گاڑیوں میں بچے گھومنے پھرنے کے لئے مری وغیرہ جا رہے ہوں تو ہر آدمی کہتا ہے کہ یہ ناجائز استعمال ہو رہا ہے یہ امانت میں خیانت ہے۔ جس کام کے لئے جو چیز دی گئی ہے اس کے لئے استعمال کرنا امانت ہے اور اس کے خلاف استعمال کرنا خیانت ہے۔ سرکاری دفاتر میں بہت سارے بڑے قیمتی راز پڑے ہوتے ہیں پولیس کا دفتر ہے یا کوئی اور ہے اور وہاں رات کو دو تین چوکیدار ہوتے ہیں صرف بیس بیس ہزار

تنخواہ لیتے ہوں گے ان کی کوئی خاص حیثیت بھی نہیں ہوتی اگر وہ کہیں کہ ہماری تنخواہ سے ہمارا تو گزارا ہی نہیں ہوتا، ملک کے فلاں فلاں وزیر بڑے خراب ہیں اتنی تھوڑی تنخواہ دے رہے ہیں ہمارے بچوں کا خرچہ پورا نہیں ہو رہا اور وہ ایک ایک کاغذ نکال کر بیچنا شروع کر دیں تو شاید کروڑوں روپے میں کوئی کاغذ بِک جائے گا لیکن امانت میں خیانت ہوگی۔ جو تنخواہ مل رہی ہے وہ جائز اور حلال ہے اگر اس سے گزارا نہیں ہوتا تو درخواست لکھیں، احتجاج کریں اور جو بھی کوئی طریقہ ہوسکتا ہے وہ اختیار کریں لیکن چوکیدار سامان کی حفاظت کے لئے بیٹھے ہیں وہ ہی کاغذ بیچنا شروع کر دیں گے تو امانت میں خیانت ہوگی۔ یہ تیسری نشانی ہے کہ جس آدمی کے مزاج میں یہ بات ہو کہ امانت کا MISUSE کرتا ہے تو فرمایا یہ شخص منافق ہے۔

چوتھی نشانی رسول اللہ ﷺ نے یہ بتائی کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ جب کسی سے اختلاف کرتا ہے تو گالیاں دینے لگتا ہے۔ ہمارے ہاں سکول و کالج کے لیول پر بحثیں ہوتی ہیں کبھی سیاسی بحثیں ہوتی ہیں کوئی عمران خان کا حمایتی بن جاتا ہے کوئی طاہر القادری کا حمایتی بن جاتا ہے کوئی اِس پارٹی کا کوئی اُس پارٹی کا، خاندان کے اندر بھی ایسا ہوتا ہے پھر بحثیں ہوتی ہیں کہ کون صحیح ہے کون غلط ہے اور اسی طرح کبھی نظریات پر بحثیں ہوتی ہیں۔ لیکن ایک گفتگو کا درجہ ہے جو بڑا صحت مند ہوتا ہے کہ ایک خاص معیار اور انداز سے باادب گفتگو ہوئی اور بات ختم ہوگئی۔ ایک انداز یہ ہوتا ہے کہ ذرا سی بات بڑھی تو آدمی گالم گلوچ تک آجائے۔ جو آدمی اختلاف برداشت نہیں کرسکتا اور اپنی مرضی کے خلاف گفتگو ہو تو گالم گلوچ پر آجاتا ہے، فرمایا یہ شخص بھی منافق ہے۔ جب کسی سے اختلاف کرتا ہے تو گالیاں دینے لگتا ہے اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے مخالفت ہوتی ہے تو یہ پھٹ پڑتا ہے گالیاں دینا شروع کر دیتا ہے بدتمیزی کرتا ہے اور بدگمانی پر آجاتا ہے۔

یہ چار نشانیاں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے اور اختلاف ہو تو بدزبانی اور گالم گلوچ پر آجائے۔ فرمایا کہ یہ اگر چاروں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا ''وہ خالص منافق ہے'' وان صام وصلی وزعم انہ مسلم ''اگرچہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ میں مسلمان ہوں''۔ یہ دوسری قسم کا نفاق ہے، یہ عملی نفاق ہے، یہ اعمال کچھ ایسے

ہیں کہ منافقت کی طرف لے جا رہے ہیں اور جیسے پہلے میں نے عرض کیا کہ یہ نفاق ہمارے اندر بھی ہے جو پہلی قسم کا نفاق ہے اُس سے ہم الحمدللہ بچے ہوئے ہیں کافی حد تک۔ لیکن یہ عمل کا نفاق ہمارے اندر سرایت کیئے ہوئے۔ چھوٹے بڑے، شہری دیہاتی، بعض عالم بھی اور عامی بھی اور سرکاری ملازم بھی اور کاروبار کرنے والے حضرات بھی اکثر لوگ اس میں ملوث ہیں، یہ چار باتیں ان میں پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ہمارے ملک یہ باتیں اب ہمارا قومی نشان ہیں جو جتنا بڑا جھوٹ بولتا ہے اتنا بڑا لیڈر بنتا ہے، انتخابات میں جو وعدے کیے جاتے ہیں کہ آپ مجھے ووٹ دیں میں یوں کر دوں گا میں یوں کر دوں گا بعد میں وہ ان کو پوچھتے ہی نہیں ہیں اس نے جھوٹ ہی بولا تھا۔ جو جتنا ان چار باتوں میں ماہر ہوتا ہے اتنا بڑا لیڈر رہوتا ہے اِلا ماشاءاللہ اچھے لوگ بھی ہوں گے۔ یہ منافقت اس وقت ہمارا قومی نشان ہے یہ چار باتیں کسی میں جتنی زیادہ گاڑھی پائی جاتی ہیں اتنا بڑا لیڈر رہے اور یہ ماحول سارے ملک میں چھایا ہوا ہے یہ نہیں ہے کہ آج کسی خاص علاقے میں ہے۔

قرآن وحدیث کے مطابق یہ ایک بیماری اور روگ ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ آخرت میں ناکامی ہو جائے گی۔ ابھی جو میں نے آپ کو بتایا کہ کافر کے مقابلہ میں منافق اللہ کے نزدیک بُرا انسان ہے۔ کافر نے ایک بات کا انکار کر دیا وہ دنیا میں عیش کرے گا اس کو دنیا میں عزت ملے گی آخرت میں جہنم میں چلا جائے گا لیکن منافق جو ہوتا ہے وہ تو دنیا میں مسلمان ہے وعظ سن رہا ہے جمعہ سن رہا ہے مسلمانوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہا ہے قرآن پڑھ رہا ہے ساری باتیں اس کے سامنے ہیں پھر بھی منافق کا منافق رہ جائے تو دنیا میں بھی پریشانی اور آخرت میں بھی کافروں کے ساتھ انجام۔ دنیا میں منافق قانوناً مسلمان ہیں قیامت کے دن ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا۔ تو یہ بہت بڑا خسارا ہے جو منافقوں کے حصے میں آنے والا ہے۔ لہٰذا جو ہمارے کرنے کا کام ہے کہ اگر ہم محسوس کریں کہ اس طرح کی کوئی جھلک ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہے ان چار باتوں میں سے کوئی بات ہمارے اندر بھی ہے تو پھر اس سے توبہ کرنی چاہیے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرنی چاہیے اس کا ایک منصوبہ بنانا چاہئے کہ کوشش کر کے آہستہ آہستہ اس کو چھوڑ دینا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا سکھائی ہے: اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قُلُوْبَنَا مِنَ النِّفَاقِ ''اے اللہ!

تو ہمارے دلوں کو نفاق سے پاک کر دے‘‘۔ دل میں نفاق ہوگا تو آخرت غارت ہو جائے گی کوئی نیکی کام نہیں آئے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں منافق تھے قرآن مجید میں ان کے بارے میں بتایا گیا ہے لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے پھر بھی منافق کے منافق رہے یہی ان کی کم بختی ہے کہ کافر تو چلو کافر ہے ایک منافق رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھ رہا ہے اور منافق کا منافق رہ گیا حضور ﷺ کے وعظ سنے جمعے سنے تقریریں سنی اور پھر بھی اس کا دل اتنا سخت ہے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوا لہٰذا یہ تو بدترین آدمی ہے اس کو تو کافر سے بھی سخت سزا ملنی چاہئے۔

تو آج ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان چار باتوں میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں پائی جاتی۔ صاف ظاہر ہے تجزیہ آپ نے کرنا ہے میں نے نہیں کرنا کوئی ایسا ٹیسٹ بھی نہیں ہے کہ جا کے ٹیسٹ کرا لیں بس اپنا ایک تجزیہ ہے کسی وقت اکیلے بیٹھیں اور اپنے معاملات پر غور کریں اور اگر دل گواہی دے تو پھر اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں۔ اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ 28ویں پارے میں پوری ایک سورۃ منافقوں کے بارے میں ہے، اس کی بہت ساری باتیں اس میں DISCUSS کی گئی ہیں۔ اس میں سے چار آیتوں کا میں ترجمہ کر رہا ہوں تاکہ نفاق سے بچاؤ کا جو طریقہ قرآن مجید نے بتایا ہے وہ ہمارے سامنے آ سکے۔ پہلے تو یہ بتایا کہ
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ ’’عزت تو صرف اللہ کیلئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے‘‘۔ اللہ نے کائنات بنائی ہے وہی اس کا مالک ہے عزت تو اس کے ہاتھ میں ہے اور پھر اللہ کے رسول ﷺ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں برگزیدہ انسان ہیں۔ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ’’اور اہل ایمان کے لئے عزت ہے‘‘۔ جو اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کو مانتے ہیں عزت تو ان کی ہو سکتی ہے باقیوں کے لیے تو نہیں ہے، دنیا میں کچھ دنوں کے لئے تھوڑا سا ان کا چھل پہل ہے آخرت میں کوئی ان کی عزت نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ’’لیکن جو منافق ہے وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا‘‘ وہ جھوٹ اسی لئے بولتا ہے وعدہ خلافی اسی لئے کرتا ہے امانت میں خیانت اسی لئے کرتا ہے کہ پیسے میں عزت ہے، جلدی سے بڑی ساری کوٹھی بناؤ، دو چار ایکڑ میں کوٹھی نہ ہو تو عزت نہیں ملتی۔ آدمی کو اگر یہ بات سمجھ میں آ جائے تو غریب آدمی کی بھی عزت ہوتی ہے جو کچے مکان میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت دے تو وہاں بھی عزت ہوتی ہے۔ آج کی دنیا میں بھی عبرت

کے لیے مثالیں موجود ہیں۔ ایران کا سابق صدر 5 مرلے کے مکان میں رہتا تھا ملک کا صدر تھا اور صرف 5 مرلے کا مکان۔ اسی طرح ویت نام کا ایک صدر گزرا ہے جو کرائے کے فلیٹ میں رہتا تھا۔ ایسی مثالیں دنیا میں آج بھی موجود ہیں کہ بڑی حیثیت والا ہو کر بھی سادگی اور اپنی جو آمدنی ہے اس میں زندگی گزاری ہے لیکن اکثر لوگوں کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ جب تک میرے پاس بڑا سارا گھر نہیں ہوگا اور گن مین نہیں ہوں گے، آگے پیچھے ہٹو بچو کہنے والے نہیں ہوں گے اس وقت تک عزت نہیں ہے اور پھر اس طرح کی پوزیشن حاصل کرنے کے لئے جھوٹ، بے ایمانی، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت جیسے منافقانہ کام کرتے ہیں۔ فرمایا: ''عزت اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور اہل ایمان کے لئے ہے لیکن منافق اس بات کو نہیں پہچان سکتے''۔

آگے بتایا ہے کہ کرنا کیا ہے۔ قرآن مجید اللہ نے بھیجا ہے ہمارے پاس موجود ہے یہ سب سے بڑی نصیحت ہے اس کو قرآن مجید میں 'اَلذِّکر' کہا گیا ہے: (اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (09:15)) سورۃ الصّف میں اسی کا ذکر ہے سورۃ الجمعہ میں اسی کا ذکر ہے یہاں بھی قرآن مجید کو 'ذِکۡرُ اللّٰہ' کہا گیا ہے۔ فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡہِکُمۡ اَمۡوَالُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ

اے اہل ایمان! تمہاری کوئی مصروفیت، مال کی محبت، اولاد کی محبت، بڑوں کے لئے اپنی ذات، اپنا کیرئیر، اپنا فائدہ، کسی چیز کی محبت، تمہیں قرآن مجید پڑھنے پڑھانے سے روکے نہیں۔ کہ جی میرا تو یہ مسئلہ ہے، میرے پاس ٹائم نہیں ہے قرآن پڑھنے کا قرآن سمجھنے کا۔ کوئی بڑا آدمی ہے جی میری تجارتی مصروفیات ملازمت کی مصروفیات بہت ہیں۔ فرمایا دنیا کی کوئی مصروفیت آڑے نہیں آنی چاہئے قرآن پڑھنے پڑھانے سے۔ کوئی چیز اللہ کی کتاب قرآن مجید کو سیکھنے سکھانے، پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے سے تمہیں روکے نہیں۔ منافق اسی لیے منافق بنتا ہے کہ وہ دین کی باتیں سنتا نہیں پڑھتا نہیں عمل نہیں کرتا دور رہتا ہے اس میں پھر خود بخود نفاق ہی پیدا ہوتا ہے۔

وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ جو کوئی ایسا ہی کرے گا۔ کہ اپنے کاروبار میں لگا ہوا ہے مگن ہے 14 گھنٹے 16 گھنٹے اپنی جو بھی مصروفیت ہے عمر کے لحاظ سے اسی میں لگا ہوا ہے قرآن نہیں پڑھ رہا سیکھ نہیں رہا، جو ایسا کرے گا فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ کل یہی شخص خسارے والا ہوگا۔ قیامت کے

دن سر پیٹے گا سینہ پیٹے گا روئے گا چلائے گا کہ مارے گئے، کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ انسان جس حال میں بھی ہے اُسے وقت نکالنا ہوگا 24 گھنٹے میں سے ایک گھنٹہ، پونا گھنٹہ، آدھا گھنٹہ قرآن پڑھنے، سیکھنے اور ترجمے کے ساتھ پڑھنے کے لئے وقت نکالنا ہوگا۔ اگر قرآن پڑھتے رہیں گے تو نفاق کچھ نہ کچھ دُھلتا رہے گا۔ جیسے کمرہ ہوتا ہے 24 گھنٹے بند رہے تو بھی کہیں نہ کہیں سے مٹی آجاتی ہے، ہفتہ بھر بند رہے ہفتے کی چھٹیوں کے بعد آکر کھولو تو ہر جگہ مٹی ہی مٹی ہوتی ہے۔ اگر روز جھاڑتے رہیں تو صفائی رہتی ہے کئی دن نہ جھاڑیں تو مٹی ہو جاتی ہے تو روزانہ قرآن مجید پڑھنا یہ انسان کے دل کی، نظریات کی، سوچ کی تذکیر کے لئے بہت ضروری ہے اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ کل خسارے میں پڑے گا۔

اللہ نے فرمایا: وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ اور ہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے دیا ہوا ہے۔ ہر آدمی کو دیا ہوا ہے۔ اللہ نے صحت دی ہے، عزت دی ہے، والدین دیے ہیں وہ خرچہ دے رہے ہیں آپ پڑھ رہے ہیں، لباس ہے، رہائش ہے، کمرہ ہے، عقل ہے، دماغ ہے، آنکھیں ہیں، کان ہیں، پاؤں ہیں کتنی نعمتیں اللہ نے دی ہیں۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے ذرا گن لو کسی وقت بیٹھ کر، ان چیزوں کو۔ جہاں اخبار اور کتابیں پڑھنے میں وقت لگاتے ہو تھوڑا سا قرآن پڑھنے میں بھی لگاؤ، ہمارا دماغ تھوڑا قرآن پڑھنے میں بھی لگنا چاہئے، آنکھیں قرآن پڑھنے کے لئے بھی ہونی چاہئیں اور کان قرآن سننے کے لئے بھی ہونے چاہئیں وہ ہاتھ قرآن مجید کی خدمت کے لئے بھی اور صفحے الٹنے میں لگنے چاہئیں۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دے رکھا ہے۔ آٹھ دس سال کا بچہ بھی جانتا ہے کہ اللہ نے مجھے بہت نعمتیں دے رکھی ہیں والدین اگر زندہ ہیں وہ کتنی بڑی نعمت ہیں اور اس کے علاوہ بے شمار نعمتیں ہیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ۔ اس سے پہلے پہلے کہ موت آجائے۔ موت سے پہلے پہلے خرچ کرو اللہ کے راستے میں۔ سب کچھ اللہ نے دیا ہے اور اللہ ہی کہہ رہا ہے خرچ کرو قرآن مجید سیکھنے کے لئے۔

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ۔ ایسا نہ ہو کہ جب موت سامنے آجائے تو اس

وقت آدمی کہے کہ اوہو، اے اللہ تھوڑی سی موت پیچھے کر دے، میں بہت جلدی قرآن سیکھ جاؤں گا میں بہت جلدی دین پر عمل کرلوں گا لیکن اس وقت ہو نہیں سکتا۔ موت اگر پیسے دے کر اور منّت سماجت کر کے ٹل سکتی تو یہ ارب پتی انسان مرتے ہی نہ۔ ایک لاکھ روپے ایک منٹ کا بھی خرچ ہوتا کہ موت ٹل جائے تو وہ سو سال کے پیسے دینے کو تیار ہیں۔ ایک لاکھ روپے فی منٹ کے حساب سے اندازہ لگالیں کہ سو سال کے 53 کروڑ روپے بنیں گے۔ ایسے لوگ ہیں جو اتنے پیسے دینے کو تیار ہیں لیکن ایسا ہو نہیں سکتا جب موت کا وقت آجاتا ہے وہ پھر آگے پیچھے نہیں ہوتی۔ آدمی پہلے مؤخر کرتا رہتا ہے توبہ کو نیکی کو نماز کو قرآن پڑھنے کو۔ جب موت آتی ہے تو کہتا ہے اللہ میاں تھوڑی سی مہلت اور دیدے۔ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ میں سارا پیسہ صدقہ کر دوں گا اور میں اچھے لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پہلے جو مہلت دی تھی وہ کہاں گئی اب تم مہلت مانگ رہے ہو۔

وَلَنۡ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا یہ اٹل حقیقت ہے کہ جب موت آجاتی ہے تو وہ مؤخر نہیں ہوتی نہ ایک سیکنڈ آگے نہ ایک سیکنڈ پیچھے۔

وَ اللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

یہ ہم جو ہر روز صبح سے شام تک کام کرتے ہیں اور رات کو سو جاتے ہیں پھر دوسرے دن صبح کو اٹھ جاتے ہیں اگر اللہ ہماری کل کی غلطیوں کی وجہ سے ہمیں پکڑنا چاہے تو آج ہمیں اٹھنے نہ دے زندگی نہ دے وہ ہمیں زندہ کر دیتا ہے۔ آپ مسنون دعائیں پڑھتے ہوں گے ان میں جو سونے کی دُعا ہے اَللّٰھُمَّ بِاسۡمِكَ اَمُوۡتُ وَ اَحۡیٰ ۔ اے اللہ میں تیرے نام سے مر رہا ہوں اور تیرے نام سے کل زندہ ہوں گا۔ نیند موت کے بہت قریب ہے۔ پھر صبح جب اٹھتے ہیں تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَحۡیَانِیۡ بَعۡدَ مَا اَمَاتَنِیۡ ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے زندہ کر دیا جبکہ میں مر گیا تھا''۔ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ تو اللہ دوسرے دن ہمیں زندہ کر دیتا ہے تاکہ بندہ آج اچھے کام کرلے لیکن ہم اس دن بھی اچھے کام نہیں کرتے۔ تو یہ جو اللہ ہمیں زندگی دے رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ مہلت دے رہا ہے شاید آج توبہ کر لے شاید آج توبہ کر لے۔ جو مرتے وقت کہنا ہے کہ اے اللہ مؤخر کر دے، وہ اللہ تعالیٰ ہمیں روز مہلت دے رہا ہے لیکن ہم اس مہلت سے فائدہ نہیں

اٹھاتے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے اور بالارادہ دعا بھی مانگنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق سے بچائے۔

ایک مسنون دعا ہے: اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قُلُوْبَنا مِنَ النِفَاقِ، وَ اَعْمَالَنَا مِنَ الرِّیَاءِ، وَ اَلْسِنَتَنَا مِنَ الْکَذِبِ، وَ اَعْیُنَنَا مِنَ الْخِیَانَۃِ، فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ

اے اللہ! ہمارے دلوں کے نفاق سے پاک کردے اور ہمارے اعمال کو دکھاوے پاک کردے (ہم جو بھی نیکی کریں وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے ہو) اے اللہ ہماری زبانوں کو جھوٹ سے پاک کردے، اور ہماری آنکھوں کو خیانت سے پاک کردے۔ آنکھوں کی خیانت یہ ہے کہ جہاں منع کیا جائے کہ یہاں نہیں دیکھنا وہاں آدمی دیکھ رہا ہے یہ آنکھوں کی خیانت ہے۔ تو چند چیزیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس دعا میں جمع کر دی ہیں۔ ہمیں دعا بھی مانگتے رہنا چاہئے کوشش بھی کرنا چاہئے اور ـــــ نفاق سے بچنے کا علاج یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے ترجمہ پڑھا جائے قرآن کا ترجمہ بہت سستا ہے موبائل کا خرچہ زیادہ ہے مہینے کا بچوں کا جیب خرچ بھی زیادہ ہے قرآن کا ترجمہ تو چار یا پانچ سو روپے کا ہے اور پھر بھی جو آدمی پڑھ سکتا ہے وہ نہ پڑھے تو یہ ہماری عدم دلچسپی ہوگی اور اللہ کے ہاں ہم کوئی جواب دے نہ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان باتوں کی سمجھ اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مضمون میں درج مسلم شریف کی حدیث کا متن

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰـهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیهِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ کَانَتْ فِیهِ خَلَّةٌ مِنْهُنَّ کَانَتْ فِیهِ خَلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰی یَدَعَهَا: اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ غَیْرَ أَنَّ فِی حَدِیثِ سُفْیَانَ: وَاِنْ کَانَتْ فِیهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ کَانَتْ فِیهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ

☆ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ......وفی روایةٍ، آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔

مُقّدمہ

سیرۃ امام المرسلین ﷺ

ساجد محمود مسلم

حفاظت حدیث

نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کے شاہدین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے اپنے مشاہدات کامل صداقت وحفاظت کے ساتھ اپنے تلامذہ یعنی تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے سامنے بیان کیے، عربوں کا حافظہ ضرب المثل ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے اقوال و افعال کو اپنے حافظے میں خوب اچھی طرح محفوظ کیا اور کمال احتیاط کے ساتھ تابعین کو یہ علومِ نبویہ منتقل کردیے۔ تابعین نے ان علومِ نبویہ کو حفظ کیا اور اپنی اگلی نسل کو منتقل کردیا، یہی عمل سینہ بہ سینہ دہرایا گیا اور علومِ نبویہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے رہے۔ اس سارے عمل ابلاغ وانتقال کے دوران سب سے زیادہ زور اس پہ صرف کیا گیا کہ نبی ﷺ کے اقوال وافعال کو بلاکسی کمی بیشی کے پوری دیانتداری کے ساتھ محفوظ کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اتباعِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اس میں اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ اپنی ذاتی رائے کو انھوں نے کبھی بھی حدیث رسول کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیا۔ ان کی اس حد درجہ احتیاط کا سبب نبی ﷺ کا یہ فرمانِ عالی شان ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَحْفَظُ لَهٗ مِنْ سَامِعٍ (13)

’’اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو ہماری حدیث سنے پھر اسے یاد رکھے، یہاں تک کہ اسے آگے پہنچا دے، بعض اوقات وہ شخص جس تک حدیث پہنچائی جائے، حدیث سننے والے سے زیادہ قوی حافظے کا مالک ہوتا ہے۔‘‘

نبی ﷺ نے اپنی حدیث سننے، اس کی حفاظت کرنے اور اسے آگے پہنچانے کا یہ حکم علومِ نبویہ کی مستقل حفاظت کے لیے دیا تھا۔ جس پر اُمت کے علماء نے بخوبی عمل کیا۔ نبی ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی جانب سے حدیثیں گھڑ کے ان کی طرف منسوب کریں گے۔ چنانچہ آپ نے اُمت کو اس بارے میں سخت تنبیہ فرمائی، ارشاد ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (14)

’’جس نے جان بوجھ کر میری جانب کوئی جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے‘‘

اس ہولناک وعید کے سبب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ وہ جب حدیث رسول ﷺ بیان کرتے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، چہرہ فق ہو جاتا اور کبھی زبان کانپنے لگتی کہ کہیں غلطی سے بھی کوئی ایسی بات نبی ﷺ کی طرف منسوب نہ کر بیٹھیں، جو حقیقتاً آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو حدیث بیان کرنے سے کتراتے تھے کہ مبادا کوئی معمولی غلطی انہیں جہنم کا ایندھن نہ بنا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تربیت یافتہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہ تھی، تقریباً یہی حال اتباعِ تابعین کا رہا۔

کتابت حدیث

اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں بعض صحابہ نے قرآن کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کے فرامین بھی علیحدہ طور پر لکھنا شروع کر دیے تھے، اس وقت احتمال تھا کہ کہیں ارشاداتِ نبوی کو بھی غلطی سے قرآن نہ سمجھ لیا جائے، اس لیے نبی ﷺ نے قرآن کے سوا کوئی اور شے لکھنے سے منع فرما دیا، ارشاد ہے:

لَا تَكْتُبُوا عَنِّي شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ، فَمَنْ كَتَبَ عَنِّي شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ،

فَلْيَمْحُهُ (15)

''قرآن کے سوا مجھ سے کوئی شے مت لکھو،جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ اور لکھا ہے وہ اسے مٹا دے''

جب قرآن کا معتد بہ حصہ نازل ہوگیا اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن حفظ کرلیا، نیز ان کی ضروری تربیت ہوگئی تو مذکورہ بالا حکم منسوخ ہوگیا(16)۔خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اسی اجازت کے سبب سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات لکھ لیتے تھے تا کہ اسے سہولت کے ساتھ یاد کرسکیں،بعض قریشی صحابہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں،کبھی خوش ہوتے ہیں،کبھی غصے میں ہوتے ہیں، لہٰذا انھیں حدیث رسول لکھتے وقت اس کا لحاظ رکھنا چاہیے،سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُكْتُبْ فَوَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ مَا خَرَجَ مِنِّى اِلَّا حَقٌّ (17)

''ارے لکھ لیا کرو،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا''

اس طرح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ لکھنے لگے تا کہ انھیں سہولت کے ساتھ یاد رکھ سکیں۔سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے جمع کیے ہوئے مجموعۂ حدیث کو الصحیفة الصادقة کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،یہ صحیفہ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں ورثے کے طور پر منتقل ہوتا رہا ہے،آپ کے پوتے جناب عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اسی صحیفہ سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔اس مسودے میں ایک ہزار کے لگ بھگ احادیث تحریر تھیں(18)۔

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے نبی کی زندگی میں احادیث رسول تحریر کیں ان میں سیّدنا ابو ہریرہ،سیّدنا انس بن مالک،سیّدنا علی بن ابی طالب،سیّدنا جابر بن عبداللہ اور سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں(19)۔ان صحابہ کرام کے مسودات کا تذکرہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے،طوالت کے خوف سے یہاں تفصیل سے اعراض کیا جارہا ہے، اس کے لیے سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے صحیفہ صادقہ کی مثال کفایت کرتی ہے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی احادیث زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام کیا، یہ کام اس وقت مزید اہمیت اختیار کر گیا جب امیر المومنین امام عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری اہتمام کے ساتھ تدوین حدیث کی ذمہ داری اس وقت کے عظیم محدثین کے سپرد کی، جن میں محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری کا نام سرفہرست ہے۔ دورِ تابعین میں جن محدثین کا کام نمایاں رہا ان میں امام ہمام بن منبہ، امام شعبی، امام محمد الباقر، امام مکحول الشامی، امام سعید بن جبیر، امام مجاہد بن جبر، امام ابوبکر محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہم شامل تھے (20)۔

تابعین کے کام کا تعلق پہلی صدی ہجری سے ہے، جبکہ دوسری صدی ہجری میں تو گویا تدوین حدیث کا کام عروج پر پہنچ گیا، اس صدی میں علماء حدیث نے بلا مبالغہ بیسیوں کتب خاص حدیث کے موضوع پر تالیف کیں، ان کتب کی فہرست یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا، تفصیل کے شائقین علومِ حدیث پر لکھی گئی کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ مثلاً تاریخ الحدیث و المحدثین (ابوزہرہ مصری)، حجیت حدیث (محمد ادریس کاندھلوی)، حجیت حدیث (محمد تقی عثمانی) وغیرہ۔ دوسری صدی ہجری کی بعض مشہور کتب جو آج بھی دستیاب ہیں، ان میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی کتاب الآثار، مصنف عبدالرزاق بن ہمام، مسند امام شافعی، موطا امام مالک، مسند ابوداؤد الطیالسی، موطا امام محمد بن حسن وغیرہ شامل ہیں۔ غرض صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و ابلاغ کا ہر وہ ذریعہ اختیار کیا جو ان کے دور میں ممکن تھا۔

تحقیق حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا سر کی آنکھوں اور کانوں سے براہِ راست مشاہدہ کیا، لہٰذا احادیث رسول ان کے لیے ایسے ہی قطعی الثبوت تھیں، جیسے کہ قرآن حکیم۔ انہیں احادیث کی صداقت وقطعیت جانچنے کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہ تھی، صحابہ سے ذخیرۂ حدیث تابعین کی طرف منتقل ہوا۔ صحابہ کرام الصادق والامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت تھی، ہر صحابی اپنے استاذ کی طرح صادق وامین تھا، اسی لیے اُمت کا اس پر اجماع ہوگیا کہ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ (21) یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اخلاق کردار اور حق گوئی کے سبب قابل اعتماد ہیں، ان میں سے کسی سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کوئی جھوٹی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عمداً

منسوب کرے۔لہٰذا تابعین بھی احادیث کی تحقیق و چھان بین کرنے کےمحتاج ومکلّف نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بُعد کے سبب تابعین کے دور میں اخلاق وکردار میں کچھ ضعف پیدا ہوگیا تھا،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سی عزیمت کا معیار بھی قائم نہ رہا تھا،اس لیے خود تابعین نے اپنے تلامذہ کو ہدایت کی کہ وہ احادیث لیتے وقت خوب چھان پھٹک کرلیں کہ وہ کس سے حدیث لے رہے ہیں،آیا حدیث بیان کرنے والے کی صداقت وحافظہ اس لائق ہے،کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے(22)۔

تابعین تو پھر بھی قابل اعتماد تھے،اصل مسئلہ ان لوگوں کا تھا،جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض یاب نہ ہوسکے تھے مگر تابعین کے معاصر تھے،لہٰذا اس دور میں حدیث کی تحقیق کی ضرورت پیش آئی،اس تحقیق کے نتیجہ میں حدیث کی دو قسمیں ہوگئیں،یعنی صحیح اور ضعیف(23)۔

حدیث صحیح: حدیث صحیح اس حدیث کو کہا گیا جس میں ہر طبقہ میں عادل وضابط راوی، دوسرے عادل و ضابط راوی سے اس طرح حدیث بیان کرے کہ یہی سلسلہ سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے(24)۔

اتباع تابعین نے جو احادیث براہِ راست تابعین سے حاصل کیں وہ بالعموم احادیث صحیحہ تھیں،ان میں کِذب کا احتمال نہ ہونے کے برابر تھا،تاہم بعض تابعین کا حافظہ کمزور تھا،اس لیےان کی احادیث معیارِ صحت پر پوری نہ اترتی تھیں۔

حدیث ضعیف متقدمین کی اصطلاح میں ایسی حدیث ضعیف قرار پاتی تھی جس کے راوی کا حافظہ کمزور ہوتا بشرطیکہ وہ متہم بالکذب نہ ہوتا۔اس اعتبار سے حدیث ضعیف کی دو قسمیں تھیں: ا۔ ضعیف حسن ۲۔ ضعیف متروک (25)

ضعیف حسن: اگر صادق اللہجہ راوی کے حافظے میں ضعف ہوتا تو اس کی حدیث ضعیف حسن کہلاتی تھی۔

ضعیف متروک: اگر راوی متّہم بالکذب ہوتا تو اس کی روایت ضعیف متروک قرار پاتی،خواہ اس کا حافظہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہوتا(26)۔

غرض احادیث کی تحقیق ایک عمل واجب قرار پایا،جس کے نتیجہ میں حدیث،مقبول اور مردود دو قسموں میں بٹ گئی۔مقبول احادیث شریعت کا ماخذ ہوتیں،جبکہ مردود احادیث کو قابل اعتنا

نہ سمجھا گیا۔ان دنوں محدثین اپنی کتابوں میں بالعموم مقبول و مردود دونوں قسم کی روایات جمع کر دیتے تھے، تاکہ اہل فن دونوں قسم کی روایات کو پہچان لیں۔ دوسری صدی ہجری کی زیادہ تر کتب حدیث مقبول و مردود احادیث کا مجموعہ ہیں۔تاہم اُس وقت تک احادیث کی مقبول ترین کتاب امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی الموطا تھی، جس میں صرف مقبول احادیث جمع کی گئی تھیں، اس کے بارے میں امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ قرآن کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب ہے(27)۔الموٴطا مقبول احادیث کا ایک مختصر مجموعہ ہے، جس میں بالعموم حجازی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات شامل ہیں۔اب تک کوئی ایسا مجموعہ حدیث سامنے نہ آیا تھا جس میں تقریباً سبھی مقبول احادیث جمع کی گئی ہوں۔ یہ سعادت دوسری صدی ہجری کے آخر اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں امام الحدیث والفقہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔

مسند امام احمد بن حنبل

امام اہلسنّت علی الاطلاق احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں، تاہم اَلْمُسْنَد کی صحیح قدر و منزلت پہچاننے کے لیے ان کے مناقب سے واقفیت ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خلافتِ عباسیہ کے دارالحکومت دارالسلام بغداد میں ربیع الاول ۱۶۴ھ (نومبر ۷۸۰ء) میں ایک مجاہد سپاہی محمد بن حنبلؒ کے گھر پیدا ہوئے، جو کہ مسلم فوج کے اہم کمانڈار (Commander) تھے۔اس وقت عالمِ اسلام پر عادل خلیفہ المہدی ابوعبداللہ محمد بن منصور کی حکومت تھی۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم آپ کی پیدائش سے صرف تین سال بعد داغِ مفارقت دے گئے تھے۔یوں آپ نے حالتِ یتیمی میں پرورش پائی، مگر آپ کی غیور والدہ ماجدہ نے کسمپرسی کے باوجود آپ کی بہترین تربیت فرمائی۔اس وقت دارالسلام بغداد جملہ معارف و فنون کا مرکز بن چکا تھا، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں حفظِ قرآن، علمِ لغت اور فنِ کتابت سیکھ لیے تھے۔اس کے بعد دیگر علومِ اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے، جن میں سے ابتداً علمِ فقہ کی طرف مائل ہوئے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ رشید امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔بغداد میں رائج فقہ حنفی کے عمیق مطالعہ کے بعد آپ کا رجحان علمِ حدیث کی جانب ہوگیا، چنانچہ آپ علمِ حدیث کے حلقوں میں شریک ہونے لگے۔انہوں نے علمِ حدیث

کی باقاعدہ تحصیل کا آغاز ۱۷۹ھ میں پندرہ سال کی عمر میں کیا اور پھر تادمِ واپسیں وہ اسی علم کی تحصیل و تکمیل اور نشر و اشاعت میں لگے رہے۔ بغداد کے تمام اہم شیوخ سے علمِ حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ دیگر بلادِ اسلامیہ میں رہنے والے شیوخ سے حدیث سننے کے لئے علمِ حدیث کے تمام مراکز میں تشریف لے جاتے رہے، حجازِ مقدس علمِ حدیث کا اہم ترین مرکز تھا، چنانچہ آپ نے تحصیلِ حدیث کے لئے پانچ بار حجازِ مقدس کا سفر کیا، جب آپ حجازِ مقدس تشریف لے جاتے تو کئی کئی ماہ وہاں قیام فرماتے اور حج بیت اللّٰہ کے ساتھ ساتھ کبار شیوخ سے سماعتِ حدیث کا شرف حاصل کرتے۔ آپ نے حجازِ مقدس کا سفر تین بار پا پیادہ کیا، یوں راستہ میں آنے والے شہروں میں مقیم شیوخ سے استفادہ کرتے جاتے تھے۔ حجازِ مقدس کے علاوہ آپ نے محض تحصیلِ حدیث کے لئے جن بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا ان میں بصرہ و کوفہ (عراق)، صنعا (یمن)، ثغور (شام) کے طویل و تھکا دینے والے سفر سرِ فہرست ہیں۔ آپ نے حدیث کی نہ صرف سماعت کی بلکہ اس مبارک علم کو اپنے قلب و ذہن میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے قلمبند بھی کیا۔ یہاں تک کہ جوانی میں ہی آپ کو اس علم میں ملکہ تامہ حاصل ہو گیا۔ آپ نے جن شیوخ سے کسبِ فیض کیا ان میں امام سفیان بن عیینہ، امام عبدالرزاق بن ہمام، امام ابراہیم بن سعد، امام عباد بن عباد اور امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہم زیادہ نمایاں ہیں۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ میں علمِ حدیث کے ساتھ علمِ فقہ کی چاشنی بھی پیدا کر دی، یوں آپ حدیث و فقہ دونوں علوم کے امام بن گئے۔ اپنی جلالتِ علمی کے باوجود، آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آپ چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مسندِ تحدیث و افتاء پر متمکن نہ ہوئے کیونکہ اسی عمر کو قرآن نے کمالِ رشد قرار دیا ہے اور اسی عمر کو پہنچ کر خاتم الرسل محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا باقاعدہ ظہور ہوا، جس سے ان (امام موصوف) کی سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مسندِ تحدیث و افتاء پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ نے اَلْمُسْنَد کی باقاعدہ تدوین کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ بغداد کی جامع مسجد میں روزانہ صلوٰۃ العصر کے بعد درسِ حدیث ارشاد فرماتے جس میں ہزاروں طالبانِ علم شریک ہوتے تھے، جن میں سے بہت سے محبانِ علم آپ کے علم کو ضبطِ تحریر میں بھی لے آتے تھے۔ آپ درسِ حدیث کی ایک خصوصی مجلس اپنے گھر پر منعقد فرماتے، جس میں آپ کی

اولاد اور بعض خاص شاگرد شریک ہوتے تھے۔آپ نے اس مجلس میں المسند املاء کرائی۔آپ کے اہلِ بیت میں سے امام عبداللہ اور امام صالح رحمہما اللہ نے آپ کے اس علم کو محفوظ کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا،ان دونوں بیٹوں میں سے امام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی سے سبقت لے گئے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے قبل مسند کو مختلف اجزاء کی شکل میں جمع کرلیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مکمل مسند اپنے اہلِ بیت کو املاء کرادی تھی۔آخر ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ (۳۱ جولائی ۸۵۵ء) بروز جمعہ پیغامِ اجل آن پہنچا اور آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔(28)

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ہونہار بیٹے اور شاگرد محدث امام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے المسند کو مجلد کتاب کی شکل دی،تاہم انہوں نے اس میں بعض وہ روایات بھی شامل کردی تھیں جو انہوں نے اپنے والد سے سنی تھیں،مگر وہ المسند میں موجود نہ تھیں،ان روایات کی تعداد المسند کی کل روایات کا ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایسی بلند پایہ شخصیت ہیں کہ ان کے اساتذہ کا تذکرہ کرنے سے ان (امام احمدؒ) کی فضیلت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا،اسی طرح ان کے شاگردوں کا تذکرہ کرنے سے بھی ان (امام احمدؒ) کے فضل و کمال میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا ہے، ہاں خود ان کی نسبت سے ان کے اساتذہ وتلامذہ کے شرف وفضل میں اضافہ ہوسکتا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی تعداد ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار کے قریب ہے،جن میں سب سے نمایاں مقام حاصل کرنے والے امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری،امام مسلم بن الحجاج القشیری، امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی،امام ابوزرعہ الرازی،امام عبداللہ بن احمد،امام ابراہیم بن اسحاق الحربی،امام ابوسعید عثمان بن سعید الدارمی رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی میں ہی اپنے علم وتقویٰ کی وجہ سے ہر دلعزیز شخصیت بن چکے تھے،باوجود اس کے کہ آپ نے چالیس سال کی عمر سے قبل باقاعدہ درسِ حدیث اور مجلسِ افتاء قائم نہ کی تھی،لوگ پھر بھی اپنے روزمرہ مسائل کے حل تلاش کرنے کیلئے آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں حدیث وفقہ میں لوگوں کیلئے منارۂ نور کا کردار ادا کیا،وہیں علمِ عقیدہ میں بھی آپ کو ایسا نمایاں مقام حاصل ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔آپ کے زمانہ میں بہت سے بدعتی فتنے شباب پر تھے،جن میں فرقہ معتزلہ

سب سے نمایاں ہو چکا تھا۔ معتزلہ کے اس عروج کا سبب یہ بنا کہ خلیفہ مامون الرشید عقلیت پسندی کے زیر اثر معتزلہ سے کافی متأثر ہو گیا تھا، چنانچہ اس نے متعدد معتزلہ کو اپنے دربار میں نمایاں مقام دے دیا تھا، حتیٰ کہ وہ اپنے مشیرِ خاص ابوعبداللہ ابن ابی داؤد معتزلی کے ہاتھوں کھلونا بن چکا تھا۔ معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق اور فانی شے ہے، انہوں نے خلیفہ مامون کو بھی اپنا ہم عقیدہ بنا لیا تھا، تاہم مامون بذاتِ خود اس عقیدہ میں متشدد نہ تھا۔ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں جب تک وہ بغداد میں مقیم تھا، وہ اسی مسلک عدم تشدد پر کاربند رہا۔ جب وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک جہادی مہم پر بغداد سے باہر چلا گیا تو اس کی جانب سے علماء کا عجیب امتحان شروع ہو گیا۔ جب وہ بغداد سے دور رِقہ میں بسترِ علالت پر دراز تھا، اس کی طرف سے یہ حکم جاری کیا گیا کہ اگر علماء قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کریں گے تو انہیں سزا دی جائے گی، بعض علماء نے جان بچانے کی خاطر بظاہر اس عقیدہ کا اقرار کر لیا، مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس باطل عقیدہ کے خلاف ڈٹ گئے، جس کی پاداش میں انہیں ضعیف العمری میں سخت اذیتیں پہنچائی گئیں، حتیٰ کہ ان کی بوڑھی پیٹھ پر کوڑے تک برسائے گئے، جن سے وہ لہولہان ہو گئے مگر انہوں نے سلف کے عقیدہ سے انحراف کرنا گوارا نہ کیا۔ آپ یہی کہتے رہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور غیر مخلوق ہے۔ آپ آخری دم تک اسی عقیدۂ حق پر ڈٹے رہے۔ اپنی اس غیر معمولی استقامت کے باعث آپ کو پوری امت میں ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کو امام اہل سنت علی الاطلاق کہا جانے لگا۔ آپ کے صبر و استقامت کا یہ فائدہ ہوا کہ امتِ مسلمہ گمراہ ہونے سے بچ گئی۔ جہاں دیگر علماء نے کراہت علی الکفر کو جواز بنا کر ظاہری طور پر خلقِ قرآن کا اقرار کر لیا تھا، اگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی طرح مصلحت سے کام لیکر محض زبان سے اس کا اقرار کر لیتے تو اس قدر سخت آزمائش سے بچ سکتے تھے، مگر آپ نے رخصت کی بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیا اور امت کے لئے ایسی روشن مثال قائم کر دی، جو انبیاء علیہم السلام کے ہاں ملتی ہے۔ آپ کے معاصر علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی جان کی بازی نہ لگاتے تو اسلام مٹ جاتا۔ (29) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم و تقویٰ، اعلائے کلمۃ اللہ اور استقامت علی الحق کی وجہ سے حق و باطل کا ایسا معیار بن گئے، جس سے انحراف کا مطلب اسلام سے انحراف قرار پایا۔ یہاں تک کہ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے فرمایا: مَنْ اَبْغَضَ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلَ فَهُوَ كَافِرٌ (30) (جس نے احمد بن حنبل سے بغض رکھا اس نے کفر کیا)۔

مشہور محدث امام ابوجعفر محمد بن ہارون المخرمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۶۵ھ) نے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو برا کہتا ہے، تو سمجھ لو کہ وہ شخص بدعتی گمراہ ہے۔ (31) امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ احمد بن حنبلؒ سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ متبعِ سنت ہے۔ (32) امام محمد بن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ ثقہ، حافظ اور متقی فقیہ تھے جو خفیہ پرہیزگاری اور دائمی عبادت کو لازم پکڑتے تھے۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی مدد فرمائی۔ یہ اس طرح کہ وہ آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر دیا اور شہادت کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کو کوڑے مارے گئے، مگر اللہ نے آپ کو کفر سے بچا لیا اور آپ کو ایسا نشان بنا دیا جس کی اقتدا کی جائے اور ایسی پناہ گاہ بنا دیا، جہاں پناہ لی جائے۔ (33) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علم و معرفت کا اعتراف آپ کے تمام معاصرین اور متاخرین کرتے آئے ہیں۔ آپ کے تلمیذِ خاص شیخ الاسلام امام ابراہیم الحربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اگلے پچھلے تمام علماء کا علم عطا فرمایا تھا۔ (34) امام موصوف کے معاصر محدث امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ (35) امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے بیاض میں دس لاکھ احادیث لکھیں اور ان سب کو حفظ بھی کیا۔ (36) اتنی تعداد میں احادیث کا حفظ ہونا بذاتِ خود ایک عظیم کرامت ہے، جس میں آپ کی کوئی نظیر نہیں۔ یہی سبب ہے کہ جلیل القدر محدثین آپ کو آپ سے پہلے گزرے ہوئے اکابر آئمہ تک پر فوقیت دیتے تھے۔ امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ اگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان الثوری، امام مالک اور امام الاوزاعی کا زمانہ پایا ہوتا تو آپ ہی مقدم ہوتے، سائل نے پوچھا کہ کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو تابعین کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں بلکہ اکابر تابعین کا ساتھ۔ (37) امام زکریا بن یحییٰ الساجی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک، امام الاوزاعی، امام سفیان الثوری اور امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہم سے بھی افضل ہیں کیونکہ ان سب کی نظیریں موجود ہیں مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی نظیر نہیں۔ (38)

(جاری ہے)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا......

تفرقہ: وجہ عذاب!

عبدالرشید ارشد

آخری نبی ﷺ کی آخری اُمت کی عملی زندگی کو خیر و برکت سے نوازنے کی خاطر خالق کائنات نے جو نظام عطا فرمایا وہ نبی مکرم ﷺ کی وساطت سے قرآنِ حکیم کا عطیہ ہے۔ قرآنِ حکیم عملی انسانی زندگی کے ہر پہلو پر ہر دور کے لئے رہنما ہے کہ اس میں مسلّمہ اصول (UNIVERSAL TRUTH) بیان ہوئے جو کبھی بھی غیر مؤثر نہ آج تک چودہ صدیاں گزارتے ہوئے اور نہ ہی آئندہ قیامت تک بوسیدہ (MISS FIT) ہوں گے۔ یہ اصول انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمہ جہت فعالیت کے ضامن ہیں۔

عنوان زیرِ مطالعہ یعنی وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (105:03) (تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو واضح ہدایات کے باوجود تفرقہ اور اختلافات کا شکار ہوئے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے)۔ یہ خاندان کی اکائی ہو یا قبیلہ و قوم یا مملکت اس کمزوری کا شکار ہو جائے، تباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ گردوپیش اس حقیقت کے عملی شواہد بکھرے ہوئے ہر صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے۔ خاندان میں نااتفاقی راہ پا جائے، ہر فرد اپنا اپنا راستہ الگ کر لے اور یکجہتی دم توڑ جائے تو صرف سکون ہی برباد نہیں ہوتا گھر کی معیشت بھی دم توڑ دیتی ہے۔ گھر کے سبھی اگر کمانے والے ہوں تو بھی برکت اُٹھ جاتی ہے اور ایسے گھر کی گلی محلے میں ساکھ تباہ ہو جاتی ہے بلکہ اس سے بھی آگے یہ

ناا تفاقی جگ ہنسائی کا موجب بن جاتی ہے۔

ملّی اور ملکی سطح پر اگر اتحاد و یکجہتی نہ ہو لوگ فرقوں میں بٹ جائیں خواہ یہ مذہبی فرقہ واریت ہو یا علاقائی ،تعصّبات کے جنم لینے کے سبب ہوتو نہ صرف یہ کہ ملکی ساکھ کو شدید دھچکا لگتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے ملکی سالمیت خطرے میں پڑ جاتی ہے ملکی معیشت ، باوجود ہر طرح کے وسائل ہونے کے ،تباہی کے دہانے تک جا پہنچتی ہے۔ملکی وقار داؤ پر لگا رہتا ہے۔قوموں کی برادری میں کوئی اعتماد کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام سے آج تک کے حالات پر فرمانِ الٰہی کو منطبق دیکھنے سے پہلے مقصدِ تخلیقِ پاکستان کو پیش نظر رکھنا اگر ضروری ہے تو اس سے بھی پہلے بانی پاکستان محمد علی جناح کی شخصیت کو دیکھنا بہت ضروری ہے کہ کس کی قیادت میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے سعی وجہد رنگ لائی اور خالق نے 27 رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر کو نیا وطن ان کی جھولی میں ڈال دیا۔

''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا۔ دولت شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے۔اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سر بلند دیکھوں۔میں چاہتا ہوں کہ جب میں مروں تو میں یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا اللہ یہ گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی و تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا''۔

''میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طلب گار نہیں ہوں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا دل میرا ایمان اور میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح! تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجا لائے۔میرا اللہ یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں عَلَمِ اسلام کو سر بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''(قائد کا بیان 1937ء بحوالہ النور ٹرسٹ کا تحقیقی کام۔حسین صحرائی)

یہ ہیں جدید لباس میں ملبوس اور مغرب سے تعلیم پانے والے محمد علی جناح جو مسلم لیگ کا آزاد پاکستان کے لئے علم تھام کر قائد اعظم کہلائے۔انھوں نے مسلم لیگ کا علم تھامے جس آزاد

وطن کے لیے سعی وجہد کی تھی اور جو 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں (بمشیت اللہ تعالیٰ) آیا وہ وطن کا خواب کیا تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں:۔

☆ ''اس قوم کو ایک جداگانہ گھر کی ضرورت ہے۔ ان دس کروڑ مسلمانوں کو جو اپنی تمدنی، معاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط پر ترقی دینا چاہتے ہیں ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے۔''

☆ ''مسلمان غلامی کو خدا کا عذاب سمجھتا ہے۔ مسلمان اور غلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایک آزاد اسلامی سلطنت کے بغیر اسلام کا تصور ہی باطل ہے مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو معرض وجود میں لائے جو قرآن کریم کے ضابطہ خداوندی کی متشکل ہو۔ مسلمان کے نزدیک ہر وہ نظام باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو اس کی ہر موقع پر، ہر زمانہ میں راہنمائی کرسکتا ہے۔'' (قرارداد لاہور 23 مارچ۔ بحوالہ جات قائداعظم، چوہدری سردار محمد خان عزیز صفحہ 226، 253)

☆ ''پاکستان کی بنیاد فی الحقیقت اس وقت پڑ چکی تھی جب اس برِّصغیر کے پہلے غیر مسلم نے اسلام قبول کیا تھا'' (قائداعظم محمد علی جناح، سالانہ اجلاس 1940ء۔ بحوالہ ''قیام پاکستان میں مولانا مودودی کا فکری حصہ'' سیّد نظر زیدی، صفحہ 3)

مذکورہ اقتباسات یہ بات فیصلہ کن انداز میں بتانے کے لئے کافی وشافی ہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح جدید مغربی لباس میں سجے، سُچے اور نکھرے کردار والے انسان تھے۔ اسلامی فکر میں پختگی کسی عالم دین سے کم نہ تھی۔ الحمدللہ ان کا مطلوب ہدف یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان محض ایک مسلم ریاست کا حصول نہ تھا بلکہ بالفعل وہ اسے اسلامی ریاست دیکھنے کے متمنی تھے جس کا برملا اظہار انہوں نے کم وبیش ہر اجلاس میں، ہر نجی محفل میں، کیا تھا اور تشکیلِ وطن کے بعد قرارداد مقاصد کی تکمیل اور دستور پاکستان کا حصہ بنانا اسی خواہش کی تکمیل ہی تو تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی باگ دوڑ جونہی ان کے ہراول کے ہاتھوں میں آئی تو گزرتے دنوں کے ساتھ ساتھ ''قبلہ'' کا رخ پھرنا شروع ہو گیا اور ہر شعبہ زندگی میں تدریجی انحطاط نے راہ پانا شروع کردیا۔ آج 68 سال گزار کر ہم جہاں کھڑے ہیں یہ قائداعظم محمد علی جناح کا پاکستان یقیناً نہیں ہے اور روح قائد یقیناً بے چین ہوگی

اور محشر میں ان مسلم لیگیوں کا گریبان ان کے ہاتھ میں ہوگا کہ میری امانت میں خیانت مجرمانہ کے تم مرتکب ہوئے۔

مذکورہ تفصیلی تجزیہ کے بعد پہلے ایک بار خالق کے فرمان کی روشنی میں عذاب کا سبب بننے والے 'تَفَرَّقُوا' کے حقیقی مجرموں کی نشاندہی اور جرم کی نوعیت دیکھ لیتے ہیں پھر عذاب کی مختلف اشکال اور اسباب کا تجزیہ کرلیں گے۔ وارثان قرآن کے حوالے سے اگر چہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ ہر کلمہ گو کے نام اس کے خالق کا پیغام ہے اور اس کو سمجھنا اس کے مطابق عمل کرنا اس سے مطلوب ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر انسان کی فہم و فراست کا پیمانہ مختلف ہے اسی لئے خود خالق نے قرآن ہی میں فرمادیا کہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (اگر کچھ تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو اہل ذکر (علمائے کرام) سے پوچھ لو) یہ ''اہل ذکر'' علمائے امت ہیں۔

اہل ذکر یا بالفاظ دیگر یہ علمائے امت کی ذمہ داری تھی اور آج بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عامۃ الناس کو خالق کائنات کا پیغام اور ہدایت پہنچائیں۔ انہی ہدایات میں ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا'' کا واضح حکم موجود ہے تو متصل یہ ہدایت بھی ہے 'وَلَا تَفَرَّقُوْا' اور پھر تفرقہ میں پڑنے والوں کے لئے عذاب کی وعید کا ذکر ہے۔ گویا علمائے امت کی ذمہ داری تھی کہ وہ امت میں اتحاد کی خاطر اتحاد و یکجہتی کی برکات کی تعلیم عام کرنے کے ساتھ ساتھ تفرقہ کے نقصانات سے آگاہ کرتے رہیں۔ تفرقہ سے بچاؤ کے عملی اقدامات کریں۔ بدقسمتی یہ رہی کہ اس اہم فرض پر دل و جان سے لبیک کہنے کے بجائے خود علما ہی قوم کو طبقات و تفرقہ میں مبتلا کرنے والے بن گئے۔ اور انہوں نے اختلاف رائے رحمت ہے کہ اس سے فہم و فراست کی راہیں کھلتی ہیں اور قرآن حکیم میں اس فرمان پر 'تَفَقَّهُوْا' ، 'تَتَفَكَّرُوْا' حقیقی روح کے ساتھ عمل کے بجائے نت نئے فتنوں کو قرآن ہی کا نام لیتے جنم دیا اور اُمت کے لئے عذابِ الٰہی کے راستے کھول دیے جن کی بنیاد پر کلمہ گو امت کے فرقے شمار کرنا محال و ناممکن ہوگیا ہے۔

قائد اعظم محمد علی جناح اور مفکر پاکستان علامہ اقبال کے تصور پاکستان کو جو اوپر اقتباسات کی شکل میں آپ کے سامنے رکھے ہیں جب تفرقہ سازی نے ضرب شدید لگائی تو اس سے جن قباحتوں بلکہ نافرمانیوں نے جنم لیا انہیں یوں بیاں کیا جا سکتا ہے۔

قرآنی نظامِ عدل: سماج و معاشرہ کے ہر دکھ درد کا مداوا مسلّمہ طور پر نظامِ عدل پر ہے۔ نظامِ عدل پر مسلمان کی اجارہ داری نہیں ہے اگر چہ بدرجہ اُتم یہ اس سے پہلے ترجیح کے طور پر مطلوب ہے یہ ہر قوم و معاشرہ کی پہلی ضرورت ہے۔ خلافت راشدہ کا نظامِ عدل مثالی تو تھا ہی۔ کفر کے نظام عدل پر یقین کی مثال ملاحظہ فرمائیے: دوسری جنگ عظیم میں جرمن کی بمباری سے برطانیہ بے حال ہو چکا تھا۔ چرچل وزیر اعظم تھا۔ ایک اخبار نویس نے چرچل سے سوال کیا کہ 'جرمن کی بمباری سے آج برطانیہ تباہ حال ہے۔ اس کا مستقبل کیا ہے؟ چرچل نے جواب دینے کے بجائے صحافی سے سوال پوچھ لیا کہ ''کیا برطانوی عدالتیں عدل وانصاف نہیں کر رہیں؟'' اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر برطانوی عدلیہ انصاف کر رہی ہے تو برطانیہ کا کچھ نہیں بگڑے گا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ بہت جلد برطانیہ پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔

پاکستانی عدلیہ نے قرآن و سنت کا نظامِ عدل اپنانا تو رہا ایک طرف رائج الوقت برطانوی نظامِ عدل کے تقاضے بھی بالفعل پورے نہیں کیے۔ آج عدلیہ کے فیصلے عدل کی کسوٹی پر صدفی صد تو رہے ایک طرف پچاس فیصد بھی پورے نہیں دیکھے جاتے جس پر خود بعض فاضل جج صاحبان کے بیانات گواہ ہیں۔ دینی و اُخری مفادات کے ساتھ ساتھ حقیقی قومی مفادات بھی نظامِ عدل کے لئے ترس رہے ہیں مثلاً سودی نظام کا خاتمہ، شاتم رسول ﷺ کے لیے بریت وغیرہ یا میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرانک) پر پھیلائی جانے والی فحاشی اور نظامِ تعلیم میں اِلحادی مواد پر نوٹس لیتے اِسے درست سمت لانے کا حکم جاری کرنا۔

☆ قرآن میں فرمانِ الٰہی ہے کہ ''سود خوری اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے''۔ ہر حکومت نے اپنی سر پرستی میں نہ صرف یہ کہ اس جنگ کو جاری رکھا بلکہ مختلف حیلوں بہانوں سے (یہودی IMF وغیرہ) اس کی حوصلہ افزائی کرتی رہی۔ 68 سال میں ایک روز بھی سود کے خلاف نہ سرکار نے بات کی نہ علمائے کرام نے اجتماعی آواز اٹھائی اور یوں ''خاموشی نیم رضا'' کے زمرے میں آئی۔

☆ 'تَفَرَّقُوا' کا ایک نقصان معیشت کی تباہی بھی ہے اور پاکستان کی 68 سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق اس کی شہادت دے رہا ہے۔ سود چونکہ ہر حالت میں حرام ہے اور رسول اللہ ﷺ کا

فرمان ہے کہ حرام میں برکت نہیں ہوتی اس فرمانِ رسالت کو ہم اپنی عملی زندگی میں دیکھ رہے ہیں۔ حکومتی منصوبوں میں ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے سودی قرضے ہیں تو ملکی سطح پر کاروباری حضرات کے بینکوں کے سودی قرض ہیں۔عملی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں سود کارفرما نہ ہو یہاں تک کہ بعض دینی مدارس کے بینکوں میں ''منافع'' کے خول میں لپٹے اکاؤنٹ بھی فی الواقعہ بنک سود میں لتھڑے ہوئے ہیں۔

☆ 'تَفَرَّقُوْا' کا ایک پہلو قومی نظام صحت پر بھی برے سائے ڈالے ہوئے ہیں۔قرآن حکیم میں واضح فرمان ملتا ہے:''وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ'' (31:17)(غربت کے خوف سے اولاد قتل نہ کرو(بہبود آبادی)انہیں اور تمہیں رزق تو ہم دیتے ہیں)مگراس واضح قرآنی فرمان کی توجیح کرتے بعض علما ہی ہیں جو خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں فتاویٰ جاری کرتے ہیں مثلاً مولانا جعفر شاہ پھلواری اور رفیع اللہ شہاب وغیرہ۔

قومی سطح پر خاندانی منصوبہ بندی کے بداثرات نے مردوخواتین میں بے شمار اَمراض کو جنم دیا ہے یہ سلسلہ جاری ہے مثلاً ظلم کی انتہا تو یہ بھی رہی کہ محکمہ خاندانی منصوبہ بندی نے 1995-96 میں قرآنی آیات پر مشتمل ایک کیلنڈر شائع کیا جس میں من مرضی کا ترجمہ آیات تو تھا ہی۔سورۃ الحدید کی آیت 20 میں کھلی تحریف بھی کی گئی۔(الحمدللہ راقم نے بروقت نوٹس لیا اور اخبارات نے تائید کی تو محکمہ نے کیلنڈر واپس لیا) خاندانی منصوبہ بندی حکومت کی مجبوری ہے کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرض ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن WHO کی اشیر باد سے بھی مشروط ہیں۔1974ء میں یہودی امریکی وزیرِ خارجہ ہنری کیسنجر نے رپورٹ S-200 حکومت سے منظور کروائی تھی جس میں ملت مسلمہ کی بڑھتی آبادی (بقول سیمول ہنٹنگٹن ''کھیل کے مہرے'' کا مصنف) ملت کفر کے لیے خطرہ ہے لہٰذا کنٹرول کے اقدامات ضروری ہیں۔یہ محکمہ شروع کیا گیا تھا۔خاندانی منصوبہ بندی کے قومی سطح پر صحت کے حوالے سے نقصانات کی صرف ایک جھلک غیر مسلم ماہرین کے نقطہ نظر سے:

(ا) ''ضبط ولادت کے طریقے، فرزجے ہوں، جراثیم کش ادویات ہوں، گولیاں، کونڈم وغیرہ جو بھی ہوں کے مسلسل استعمال سے عورت میں عصبی ناہمواری، پژمردگی، افسردہ دلی، طبیعت

کا چڑ چڑا پن، اشتعال پذیری، غمگین خیالات کا ہجوم، بے خوابی، پریشان خیالی، دل و دماغ کی کمزوری، دورانِ خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہو جانا، جسم میں کہیں کہیں ٹیسیں اٹھنا، ایامِ ماہواری میں بے قاعدگی کا پیدا ہونا ان کے لازمی اثرات ہیں۔'' (40 سالہ تجربہ کے بعد لیڈی ڈاکٹر Dr.Mary Scharlaib کی رائے)

(ب) ضبط ولادت کی گولیاں خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔ ان کے استعمال سے سر چکرانا اور دیگر اعصابی تکالیف ہی نہیں بلکہ سرطان جیسے موذی مرض کے پیدا ہونے کا بھی خدشہ برقرار رہتا ہے۔'' (بحوالہ صدق جدید لکھنو 18 نومبر 1960ء Dr.Ranail Deusas. Britisher)

یہ ہے نمونہ ''مشتے از خروارے''۔ اگر علما متحد ہو کر یہ راستہ روکتے، قوم کی راہنمائی کرتے، آج قومی سطح پر اس نوعیت کی بیماریوں میں خاصی کمی ہوتی۔ یہ قومی سطح پر خالق کی گرفت کا انداز ہے کہ ''صحت نہیں تو کچھ بھی نہیں''۔ خالق سے تعلق میں صحت کی خرابی حائل ہو جاتی ہے۔

بالعموم یہی سمجھا جاتا ہے کہ عذابِ الٰہی سیلاب یا زلزلے اور وباؤں کی شکل میں ہی ہوتا ہے حالانکہ عذاب کی یہ ایک جہت ہے۔ قومی سطح کا انتشار یہ سماجی و معاشرتی ہو، معاشی و اخلاقی ہو، یا کسی ایسی ہی دوسری سمت میں ہو، عذاب ہی ہے کہ عملی انسانی زندگی میں کسی بھی پہلو سے بے سکونی داخل ہو جائے، یہ انفرادی ہو یا اجتماعی عذاب ہی کی ایک شکل ہے۔ آیئے اسے پاکستان یا بہ عمل اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ماضی و حال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پہلو پر بات آگے بڑھانے سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بطور اصول سامنے رکھتے ہیں۔

''ہم (عرب) سینۂ دھرتی پر شرم و حیا سے عاری، وحشت و دہشت کے رسیا قوم تھے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمارے درمیان ایک نبی منتخب فرمایا، پھر خالق نے دوسرا احسان یہ فرمایا کہ اس نبی کو قرآن کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، تیسرا احسان ہم پر مزید فرمایا کہ اس قرآن کو سینوں میں اتارنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور جب قرآن ہمارے قلوب و اذہان میں اُتر گیا تو ہم دنیا کی مہذب و مستحکم اور خوشحال ترین قوم بن گئے۔'' (مفہوم کلام)

کیا یہ حقیقت نہیں کہ بعثت نبوی سے قبل بیت اللہ کا ننگا طواف ہوتا تھا، نجی مجالس میں اپنی بے لگام شہوت کے قصے بیان ہوتے تھے۔ درندگی کا یہ عالم تھا کہ اچانک حملوں کے خوف سے قبائل

سکون سے سونہ سکتے تھے۔ معاشی حالت بھی قابل ذکر نہ تھی اور پھر جوں جوں قرآن سینوں میں اترتا گیا مسلمان باہم سیسہ پلائی دیوار بن کر اٹھے اور ملت کفر پر چھا گئے۔ سلطنت کی وسعت لاکھوں مربع میل تک پھیلی، معیشت اس قدر مستحکم کہ زکوٰۃ دینے والے موجود اور لینے والے مفقود، اخلاق و کردار اور عدل کا معیار ایسا کہ عیسائیوں نے حمس پر علاقہ واپس لینے کیلئے حملہ کیا تو وہاں کی مقامی عیسائی آبادی نے مسلمانوں سے کہا کہ ''اگرچہ حملہ آور ہمارے مذہب ہیں لیکن ہم تمہارے شانہ بشانہ ان سے مقابلہ کریں گے کہ تم محبت کرنے والے، انصاف پسند اور رحم دل ہو'' (ٹی ڈبلیو آرنلڈ ''پریچنگ آف اسلام)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 68 سالہ ماضی اور حال کا تجزیہ کیجیے تو عملی زندگی کا کوئی پہلو درخشاں نظر نہیں آتا آج اخلاقی دیوالیہ پن کے شواہد ہماری دہلیز پر موجود ہیں، باوجود ہر نوعیت زرعی و معدنی وسائل اس ''سونے کی چڑیا'' (تقسیم ہند سے قبل یہ خطاب تھا) کا مقدر ہیں، افرادی قوت کی کمی نہیں، افراد کی صلاحیتوں سے ملت کفر بھی فائدہ اٹھا رہی ہے (باہر بے شمار ڈاکٹر، انجینئر، ماہرین تعلیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں) معدنیات میں نمک سے لے یورنیم تک ہر نوع وافر موجود ہے مگر قرآن کی روشنی اور 'وَاعۡتَصِمُوۡا' کی جگہ 'تَفَرَّقُوۡا' کا کمال کہ آج ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ بھی لاکھوں کا مقروض گردانا جاتا ہے۔ عملی زندگی کے کسی شعبے کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جو 'تفَرَّقُوۡا' کی زد سے باہر پرسکون اور خوشحال ہو۔

بصیرت کی زحمت دیں تو عملی زندگی کا ہر سال بلکہ ہر لمحہ کسی نہ کسی شکل میں عذاب کی نشاندہی کر رہا ہے مگر آفرین ہے کہ علمائے کرام اپنے اپنے فرقے کے خول سے باہر نکل کر اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کرتے اس عذاب کے راستہ پر آمادہ نہیں دیکھے جاتے بلکہ ہر نیا دن قوم کو ایک نئے فرقے سے متعارف کروا رہا ہے یوں بالفعل ہم فرمانِ الٰہی پر عمل کے بجائے اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور بصمیم قلب دعا ہے کہ وہ زعمائے امت کو اپنے سینوں میں وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا کے پیغام کو سموتے اسے عامۃ الناس کے قلوب واذہان میں اتارنے کی توفیق بخشے کہ قوم ہر طرح کے ذہنی وجسمانی، انفرادی و اجتماعی عذابوں سے محفوظ ہوجائے۔ آمین یارب العالمین۔

پہلی اور آخری حقیقت (The Ultimate Truth)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

کوئی خدا نہیں مگر اللہ تعالیٰ

سلطان بشیر محمود

(ایٹمی سائنسدان)

مشاہدہ، تجربہ اور حساب کی بنا پر جدید سائنس کہتی ہے کہ آج سے تقریباً پندرہ ارب سال پہلے کچھ بھی نہ تھا، نہ کائنات، نہ اس میں کوئی چیز، حتیٰ کہ خلاء (Vacuum)، مکان (Space) اور زمان (Time) بھی نہیں تھے۔ ایسا انہونا جسے سوچ کر خوف آتا ہے۔ پھر کچھ ہوا۔ اچانک ہوا جسے سائنس بگ بینگ (Big Bang) کا نام دیتی ہے اور کائنات وجود میں آ گئی۔ پہلے یہ ایک انتہائی طاقتور نقطہ تھی جو بے حساب گرم تھا، لاانتہا دباؤ اور پھر اربوں درجہ حرارت کی گیس سے لبریز جس میں ایٹم کے ذرات بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے وہ نقطہ پھیلنے لگا۔ اور پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس میں کسی طرح کا نظم (Order) آنے لگا۔ مزید ٹھنڈا ہونے پر عناصر بننے لگے اور پھر وہاں سے ستارے اور ستاروں سے سیارے اور سیاروں سے زندگی اور آج ہم زمین پر موجود چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ ہر کام کو کرنے کے لیے کوئی کرنے والا ہوتا ہے ہر سبب کے پیچھے کوئی مسبّب ہوتا ہے۔ سبب (Cause) اور آثار (Effect) قدرت کا اصول ہے۔ لیکن کفر کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جب اللہ کی بات کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود ہی پیدا ہو گئی تھی۔ لاوجود بغیر کسی سبب (Cause) کے وجود بن گیا۔ کوئی مسبّب الاسباب نہیں، کوئی خدا نہیں۔ ہر چیز کی تخلیق کا کوئی خالق ہوتا ہے لیکن کائنات کی تخلیق کے لئے کسی خالق کی ضرورت نہیں۔ بس یونہی۔ بس یونہی کائنات وجود میں آ گئی۔ یا یہ کہ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ایسے ہی چلتی رہے گی

جبکہ اس کے اندر تمام تر سائنسی مشاہدات اس بات کے گواہ ہیں کہ یہاں کسی چیز کو بھی ثبات نہیں، کائنات بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں۔ جیسے یہ وجود پذیر ہوئی تھی ویسے ہی ختم ہو جائے گی۔

سائنس ایک ایسے فارمولہ کی تلاش میں ہے جس میں ہر چیز کا حل موجود ہو اور جو قدرت کی تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہو۔ سائنسدانوں کو یقین ہے کہ ایسا فارمولہ موجود ہے۔ وہ اسے وحدت اولیٰ (Primordial Singularity) کا نام تک دے چکے ہیں۔ بعض اسے پہلا سبب (The First Cause) کہتے ہیں لیکن بہت سے اسے اللہ (God) کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور ہٹ دھرم کہتے ہیں کہ: کوئی خدا نہیں! یہ بس ایک حادثہ تھا۔

حادثہ کہاں ہوا، کس میں ہوا؟ کس نے کیا؟ کیوں کیا؟ ان سوالوں سے کوئی سروکار نہیں۔

کائنات جس میں ایک سو کروڑ سے زیادہ کہکشائیں ہیں، ہر کہکشاں میں اربوں ستارے ہیں اور حجم میں یہ اتنی بڑی ہے کہ روشنی اپنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے کھربوں سال بھی سفر کرتی رہے تو دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکتی۔ یہ ایک ایسا شاندار متوازن نظام ہے جس کے تمام زمان و مکان میں ایک ہی طرح کے قوانین کارفرما ہیں۔ کبھی نہیں ہوا کہ زمین اپنے محور سے ادھر ادھر ہو جائے، سورج چاند کو اپنی کشش کے بل بوتے پر کھینچ لے یا ستارے اپنا راستہ بھول جائیں۔ سارے کا سارا نظام، سبھی کے سبھی ستارے اور سیارے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سب کے سب ایک ہی قانون کے پابند، اپنے ڈیزائن میں مکمل، اپنی شان میں الگ، ایک انتہائی عظیم مربوط نظام کا حصہ ہیں۔ پھر بھی کوئی خدا نہیں!

بنیادی بات یہ ہے کہ پوری کی پوری کائنات چند اصولوں کے تحت چل رہی ہے جنہیں سائنسی قوانین کہا جاتا ہے۔ بیسوی صدی کے عظیم ترین سائنس دان البرٹ آئن سٹائن کی اہم ترین دریافت یہ تھی کہ یہ قوانین زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہر وقت ہر جگہ ایک ہی ہیں۔ جو قانون زمین پر کارفرما ہیں وہی دوسری دنیاؤں میں بھی نافذ العمل ہیں جن کی اطاعت ایٹم کے باطنی ذرّات تک کر رہے ہیں دیوہیکل کہکشائیں بھی انہی قوانین کی پابند ہیں۔ اگر ان میں سرمو تفاوت آجائے تو کائنات تباہ و برباد ہو جائے۔

عقل کے لئے قدرت کے ان سائنسی اصولوں کو سمجھنا محال ہے۔ لاکھوں سائنسدان

دن رات انہیں ہی سمجھنے کے لئے مصروف عمل ہیں۔ سبھی کہتے ہیں کہ ہر عقل کے پیچھے لازمی کوئی عاقل ہوتا ہے لیکن جب کائناتی قوانین کی بات ہوتی ہے تو کچھ لوگ بول اُٹھتے ہیں کہ سب خود ہی بن گئے تھے، انہوں نے خود ہی کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے حلقہ اثر میں جکڑ لیا اور اب ساری کائنات ان کی زیرِ نگیں ہے۔ ان کے نزدیک اگر خدا ہے بھی تو وہ انہی قوانین کا مجموعہ ہے یعنی مخلوق کو مانتے ہیں خالق کا انکار کرتے ہیں۔ کیا عجب بات ہے!

سائنس کے نزدیک کائنات ایک انتہائی حساس کارخانہ کی مانند ہے جس کی ہر چیز ایک خاص حساب اور قواعد کے تحت کام کر رہی ہے جو انتہائی حساس ہے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر ان میں انتہائی معمولی تفاوت بھی ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آتی۔ مثلاً کششِ ثقل، ایٹم کے اندر مقناطیسی قوت کی نسبت ہزاروں گنا کمزور ہے، اگر یہ تھوڑی سی بھی زیادہ ہوتی تو کائنات کب کی ختم ہوگئی ہوتی اور اگر تھوڑی سی کم ہوتی تو فضا دھوئیں سے بھری رہتی۔ اگر ایٹم کے اندر الیکٹران کا چارج پروٹون کی نسبت اربواں حصہ بھی کم ہوتا تو کوئی نباتاتی اور حیوانی زندگی ممکن نہ ہوتی۔ نہ ہم ہوتے نہ کوئی اور ہوتا۔ اگر ایٹم کے اندر والی سٹرونگ فورس (Strong Force) ذرا بھی زیادہ یا کم ہوتی تو ایٹم قائم نہ رہ سکتا، اگر اس میں پائی جانے والی ویک فورس(Weak Force) میں انتہائی معمولی فرق ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آسکتی۔

کیا کبھی آپ نے سوچا ہے؟ یہ انتہائی نفیس، دقیق اور لطیف عددی حساب (Constants of Nature) کس نے قائم کیے؟ قدرتی طاقتوں کو کس نے اپنے اپنے کام پر لگایا؟ کون انہیں قابو میں رکھے ہوئے ہے؟ کیا اس عظیم نظام کا کوئی بانی ہے یا بے جان ایٹم پہلے خود بنے اور پھر خود ہی یہ حساب لگایا، قوانین بنائے اور سب کچھ خود ہی بنا لیا اور خود ہی چلا لیا؟

سائنس کہتی ہے کہ بے شک کائنات کے سارے نظام میں کسی بھی جگہ کوئی کمی نہیں، ہر چیز اپنی اپنی جگہ مکمل (Perfect) ہے۔ انسانی سوچ کی انتہا سے بھی بڑے اس نظام کا ہر ہر ایٹم اپنے خالق کی گواہی دیتا ہے۔ ''لیکن پھر بھی یہ سب ایک حادثہ ہے''۔

سائنس کہتی ہے کہ بگ بینگ کے بعد کائناتی مادہ اور توانائی ایک انتہائی ابتر بے ہنگم گیسوں کا مجموعہ جس کا درجہ حرارت کھربوں ڈگری سنٹی گریڈ تھا، سائنس کے دوسرے قانونِ حرارت

کے تحت اس ابتری کو بھی قابو میں لانے کے لیے اس سے بھی بڑی کوئی بیرونی طاقت لازمی درکار تھی۔ پھر یہ نظام آہستہ آہستہ قابو میں آتا گیا۔ زمین و آسمان وجود میں آنے لگے۔ کون ہے وہ طاقت جس نے اس عظیم ترین ابتری کو شاندار متوازن نظام میں بدل دیا؟ پھر بھی کوئی خدا نہیں؟

پانی جمنے (Freeze) پر برف کی صورت میں ہلکا ہو کر اوپر آجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ برفانی لحاف کی صورت میں سمندروں کی نچلی تہوں کو زیادہ ٹھنڈا نہیں ہونے دیتا، اگر ایسا نہ ہوتا تو کب کے سارے سمندر جم کر برف کے پتھر بن گئے ہوتے اور کسی جاندار کا زندہ رہنا تو کیا، پیدا ہونا ہی ممکن نہ ہوتا۔ کیا یہ پانی کی اپنی سوچ تھی؟

بگ بینگ کے بعد کائنات میں پیدا ہونے والا مادہ ہائیڈروجن کا سادہ ترین عنصر تھا۔ بعد میں اس سے ستارے بنے تو ان کی روشنی اور گرمی کو قائم رکھنے کے لئے ہائیڈروجن کے عناصر سے ہیلیم کے عناصر معرض وجود میں آئے، پھر سیاروں کو بنانے کے لئے ستاروں کی مزید فیکٹریاں قائم کی گئیں تاکہ مزید بھاری عناصر بنائے جائیں۔ اور انہی میں کاربن کے ایٹم کا بننا ناگزیر تھا تاکہ نباتات اور حیوانات بن سکیں۔ کاربن کے ایٹم ہیلیم (Helium) کے تین ایٹموں کی شراکت (Fusion) سے بنتے ہیں۔ سائنس دان حیران ہیں کہ اگر ہیلیم اور کاربن کے عناصر کے باہمی امتزاج (Mutual Resonance) میں ذرہ برابر بھی فرق ہوتا تو کاربن نہ بن سکتی اور اگر کاربن نہ ہوتی تو یہ دنیا نہ ہوتی۔

کیا یہ ہائیڈروجن کا فیصلہ تھا یا ہیلیم کا اپنا فیصلہ تھا؟ یا ہیلیم اور کاربن کی مشترکہ منصوبہ بندی تھی کہ کائنات کو ایک خاص ڈیزائن کے مطابق بنائیں جس سے آگے چل کر جمادات؟ نباتات اور حیوانات بن سکیں؟ اور پھر حضرت انسان پیدا ہو کہ ان رازوں سے پردہ اُٹھائے۔ پھر بھی کوئی خدا نہیں؟

جدید سائنس نے یہ دریافت کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز حرکت میں ہے۔ ہر کوئی اپنے مدار پر ایک خاص حساب کے مطابق چل رہا ہے۔ ایٹم کے اندر الیکٹران مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں۔ سورج کے گرد سیارے اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں۔ کہکشاؤں میں ستاروں کے جھرمٹ اپنی اپنی منزلوں پر گامزن ہیں۔ خود کہکشائی نظام نہایت سرعت سے مسلسل پھیل رہا ہے۔

سورج فضا میں ایک مقررہ راستہ پر پچھلے پانچ ارب سال سے چھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے مسلسل بھاگا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا خاندان، 9 سیارے، 27 چاند اور لاکھوں میٹرائٹ (Meteorite) کا قافلہ اسی رفتار سے جا رہا ہے، کبھی نہیں ہوا کہ تھک کر کوئی پیچھے رہ جائے یا غلطی سے کوئی اِدھر اُدھر ہو جائے۔ سب اپنی اپنی راہ پر اپنے اپنے پروگرام کے مطابق نہایت تابعداری سے چلے جا رہے ہیں۔

اب بھی اگر کوئی کہے کہ چلتے ہیں لیکن چلانے والا کوئی نہیں، ڈیزائن ہے، لیکن ڈیزائنر نہیں، قانون ہے، لیکن قانون کو نافذ کرنے والا نہیں کنٹرول ہے، لیکن کنٹرولر نہیں بس یہ سب ایک حادثہ ہے۔ اسے آپ کیا کہیں گے؟

چاند تین لاکھ ستر ہزار میل دور زمین پر سمندروں کے اربوں کھربوں ٹن پانیوں کو ہر روز دو دفعہ مدو جزر سے ہلاتا رہتا ہے تاکہ ان میں بسنے والی مخلوق کے لئے ہوا سے مناسب مقدار میں آکسیجن کا انتظام ہوتا رہے، پانی صاف ہوتا رہے، اس میں تعفن پیدا نہ ہو۔ ساحلی علاقوں کی صفائی ہوتی رہے اور غلاظتیں بہہ کر گہرے پانیوں میں چلتی جائیں۔

یہی نہیں بلکہ سمندروں کا پانی ایک خاص مقدار میں کھارا ہے۔ پچھلے تین ارب سال سے نہ زیادہ نہ کم نمکین بلکہ ایک مناسب توازن برقرار رکھے ہوئے ہے تاکہ اس میں چھوٹے بڑے سب آبی جانور آسانی سے تیر سکیں اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں سے بو بھی نہ پھیلے۔ انہی میں کھاری اور میٹھے پانی کی نہریں بھی ساتھ ساتھ بہتی ہیں۔ سطح زمین کے نیچے بھی میٹھے پانی کے سمندر ہیں جو کھارے پانی کے کھلے سمندروں سے ملے ہوئے ہیں۔ سب کے درمیان ایک غیبی پردہ ہے تاکہ میٹھا پانی میٹھا رہے اور کھارا پانی کھارا۔ اس حیران کن انتظام کے پیچھے کونسی عقل ہے؟ اس توازن کو کون برقرار رکھے ہوئے ہے؟ کیا یہ پانی کی اپنی سوچ تھی یا چاند کا فیصلہ؟

ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ عرب کے صحرا زدہ ملک میں جہاں کوئی سکول اور کالج نہیں تھا، ایک آدمی اُٹھ کے سورج اور چاند کے بارے کہتا ہے کہ یہ سب ایک حساب کے پابند ہیں۔ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن:5)

سمندروں کی گہرائیوں کے متعلق بتاتا ہے کہ: بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ

(الرحمٰن:20) ''ان کے درمیان برزخ (Barrier) ہے جو قابو میں رکھے ہوئے ہے''۔
جب ہر چیز کو ساکن سمجھا جاتا تھا، وہ کہتا ہے کہ:
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ (الطارق:11) ''یعنی کائنات کی فطرت میں گھومنا ہے''۔
جب ستاروں کو اپنی جگہ لٹکے ہوئے چراغ کہا جاتا تھا، وہ کہتا ہے:
كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ (یٰسین:40) ''یعنی سب کے سب اپنے مدار پر تیر رہے ہیں''۔
جب سورج کو ساکن تصور کیا جاتا تھا، وہ کہتا ہے: وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا (یٰسین:38)
''یعنی سورج اپنے لیے مقرر شدہ راستے پر کسی انجانی منزل کی طرف ہمیشہ سے چلا آرہا ہے''۔
جب کائنات کو ایک جامد آسمان (چھت) کہا جاتا تھا وہ کہتا ہے کہ یہ پھیل رہی ہے:۔
وَ اِنَّـا لَـمُـوۡسِعُوۡنَ (الذریات:47) ''وہ نباتات اور حیوانی زندگی کے بارے بتاتا ہے کہ ان سب کی بنیاد پانی ہے''۔

البرٹ آئن سٹائن اپنی دریافت ''قوانین قدرت اٹل ہیں'' پر جدید سائنس کا بانی کہلاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے بہت پہلے بتایا

مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُت (الملک:3)
''تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی جگہ فرق نہیں پاؤ گے''

وہ دنیا کو ایک کتاب دیتا ہے جس کا نام قرآن کریم ہے اور اس کتاب کی ترتیب ایسے معجزانہ حسابی نظام کے مطابق ہے کہ عقل ششدر رہ جاتی ہے، اس کے مضامین ایسے مدلّل اور صحیح ہیں کہ سائنس حیران رہ جاتی ہے۔ (تفصیلات کے لیے مصنف کی کتاب ''قرآن ایک سائنسی معجزہ'' دیکھیں)

جدید سائنس کی ان قابلِ فخر دریافتوں پر سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے پردہ اٹھانے والا کس یونیورسٹی سے پڑھا تھا؟ کس لیبارٹری میں کام کرتا تھا؟ کیا اس کے پیچھے کوئی خدائی عقل تھی یا یہ بھی بس ایک حادثہ؟

نومولود بچے کو کون سمجھاتا ہے کہ بھوک کے وقت رو کر ماں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے؟ ماں کو کون حوصلہ دیتا ہے کہ ہر خطرے کے سامنے سینہ سپر ہو کر بچے کو بچائے۔ ایک معمولی سی چڑیا شاہین سے مقابلہ پر اتر آتی ہے، یہ حوصلہ اسے کس نے دیا؟ مرغی کے بچے انڈے

سے نکلتے ہی چلنے لگتے ہیں، حیوانات کے بچے بغیر سکھائے ماؤں کی طرف دودھ کے لیے لپکتے ہیں، انہیں یہ سب کچھ کون سکھاتا ہے؟ جانوروں کے دلوں میں کون محبت ڈال دیتا ہے کہ اپنی چونچوں میں خوراک لاکر اپنے بچوں کے مونہوں میں ڈالیں؟ یہ آدابِ زندگی انہوں نے کہاں سے سیکھے؟ پھر بھی کوئی خدا نہیں! بس ارتقاء (Evolution) ہے؟

شہد کی مکھیاں دور دراز باغوں میں ایک ایک پھول سے رس چوس چوس کر انتہائی ایمانداری سے لاکر چھتے میں جمع کرتی جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ماہر سائنسدان کی طرح جانتی ہے کہ کچھ پھول زہریلے ہیں، ان کے پاس نہیں جاتی، ایک قابل انجینئر کی طرح شہد اور موم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا فن بھی جانتی ہے۔ جب گرمی ہوتی ہے تو شہد کو پگھل کر بہہ جانے سے بچانے کے لیے اپنے پروں کی حرکت سے پنکھا چلا کر ٹھنڈا بھی کرتی ہے۔ موم سے ایسا گھر بناتی ہے جس کو دیکھ کر بڑے سے بڑے آرکیٹیکٹ بھی حیرت زدہ ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے منظّم طریقے سے کام کرتی ہیں کہ مثال نہیں، ہر ایک میں ایسا راڈار نظام نسب ہے کہ وہ دور دور نکل جاتی ہیں لیکن اپنے گھر کا راستہ نہیں بھولتیں۔ انہیں زندگی کے یہ طریقے کس نے سکھائے؟ انہیں یہ عقل کس نے دی؟ پھر بھی کہتے ہو۔ کچھ نہیں، بس ایک حادثہ؟ صرف عمل ارتقاء!

مکڑا اپنے منہ کے لعاب سے شکار پکڑنے کے لئے ایسا جال بناتا ہے کہ جدید ٹیکسٹائل انجینئر بھی اس بناوٹ کا ایسا نفیس دھاگا بنانے سے قاصر ہیں۔

گھریلو چیونٹی (Ant) گرمیوں میں جاڑے کے لئے خوراک جمع کرتی ہے، اپنے بچوں کے لئے گھر بناتی ہے، ایک ایسی تنظیم سے رہتی ہے، جہاں نظامت کے تمام اصول حیران کن حد تک کارفرما ہیں۔

ٹھنڈے پانیوں میں رہنے والی مچھلیاں اپنے انڈے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور گرم پانیوں میں دیتی ہیں لیکن ان سے نکلنے والے بچے جوان ہو کر ماں کے وطن خود بخود ہی پہنچ جاتے ہیں۔ نباتات کی زندگی کا سائیکل بھی کم حیران کن نہیں۔ جراثیم اور بیکٹیریا کیسے کروڑوں سالوں سے اپنی بقا کو قائم رکھے ہوئے ہیں؟ زندگی کے یہ گر انہیں کس نے سکھائے؟ معاشرتی نظامت کے یہ اصول انہیں کس نے پڑھائے؟...... پھر بھی کوئی خدا نہیں؟

کیا زمین اس قدر عقل مند ہے کہ اس نے بھی خود بخود دلیل و نہار کا نظام قائم کرلیا، خود بخود ہی اپنے محور پر 67-1/2 ڈگری جھک گئی تاکہ سارا سال موسم بدلتے رہیں کبھی بہار، کبھی گرمی، کبھی سردی اور کبھی خزاں تاکہ اس پر بسنے والوں کو ہر طرح کی سبزیاں، پھل اور خوراک سارا سال ملتی رہیں؟

زمین نے اپنے اندر شمالاً جنوباً ایک طاقتور مقناطیسی نظام بھی خود بخود ہی قائم کرلیا۔ تاکہ اس کے اثر کی وجہ سے بادلوں میں بجلیاں کڑکیں جو ہوا کی نائٹروجن کو نائٹرس آکسائڈ (Nitrous Oxide) میں بدل کر بارش کے ذریعے زمین پر پودوں کے لیے قدرتی کھاد مہیا کریں، سمندروں پر چلنے والے بحری جہاز، آبدوز (Submarine) اور ہواؤں میں اڑنے والے طیارے اس مقناطیس کی مدد سے اپنا راستہ پائیں، آسمانوں سے آنے والی مہلک شعاعیں اس مقناطیسی چھت سے ٹکرا کر واپس پلٹ جائیں تاکہ زمینی مخلوق ان کے مہلک اثرات سے محفوظ رہے، اور زندگی جاری رہے۔ کیا اس سب کے پیچھے کوئی ہاتھ نہیں، کوئی عقل نہیں، کوئی ڈیزائن نہیں؟ یا یہ بھی زمین کی اپنی سوچ تھی؟

مزید دیکھئے! زمین، سورج، ہواؤں، پہاڑوں اور میدانوں نے مل کر سمندروں سے سمجھوتا کرلیا کہ سورج کی گرمی سے آبی بخارات اٹھیں گے، ہوائیں اربوں ٹن پانی کو اپنے دوش پر اٹھا کر پہاڑوں اور میدانوں تک لائیں گی، ستاروں سے آنے والے ریڈیائی ذرے بادلوں میں موجود پانی کو اکٹھا کر کے قطروں کی شکل دیں گے اور پھر یہ پانی میٹھا بن کر خشک میدانوں کو سیراب کرنے کے لئے برسے گا، جب سردیوں میں پانی کی کم ضرورت ہوگی تو یہ پہاڑوں پر برف کے ذخیرے کی صورت میں جمع ہوتا جائے گا، گرمیوں میں جب زیادہ پانی کی ضرورت ہوگی تو یہ پگھل کر ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں میدانوں کو سیراب کرتے ہوئے واپس سمندروں تک پہنچ جائے گا۔ ایک ایسا شاندار متوازن نظام جو سب کو سیراب کرتا ہے اور کچھ بھی ضائع نہیں ہوتا۔ کیا یہ بھی ستاروں۔ ہوا اور زمین کی اپنی باہمی سوچ تھی؟

کیا ہماری اپنی زندگی بھی ایک حادثہ ہے؟ ہمارے Pancreas (لبلبے) خون میں شوگر کی ایک خاص مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے، دل کا پمپ ہر منٹ ستر اسی دفعہ بغیر آرام بلا تھکان

خون پمپ کرتا رہتا ہے ایک 75 سالہ زندگی میں بلا مرمت تقریباً تین ارب بار دھڑکتا ہے۔ ہمارے گردے (Kidneys) صفائی کی بے مثل اور عجیب فیکٹری ہے جو جانتی ہے کہ خون میں سے جسم کے لیے جو مفید ہے وہ رکھ لینا ہے اور فضلات کو باہر پھینک دینا ہے۔ معدہ حیران کن کیمیکل کمپلیکس (Chemical Complex) ہے جو خوراک سے زندگی بخش اجزا مثلاً پروٹین، کاربوہائیڈریٹ وغیرہ کو علیحدہ کرکے خون کے حوالہ کر دیتا ہے اور فضلات کو باہر نکال دیتا ہے۔

انسانی جسم میں انجینئرنگ کے یہ شاہکار، سائنس کے یہ بے مثل نمونے، چھوٹے سے پیٹ میں یہ لاجواب فیکٹریاں ،کیا یہ سب کچھ یونہی بن گئے تھے ؟نہ کوئی ڈیزائنر (Designer)، نہ کوئی بنانے والا (Maker)، نہ کوئی چلانے والا (Operator)، بس ایک عمل ارتقاء؟ آپ بھی یہی کہتے ہیں؟

دماغ کو کس نے بنایا؟ مضبوط ہڈیوں کے خول میں بند، پانی میں یہ تیرتا ہوا عقل کا خزانہ، معلومات کا سٹور، احکامات کا مرکز، انسان اور اس کے ماحول کے درمیان رابطہ کا ذریعہ، ایک ایسا کمپیوٹر کہ انسان اس کی بناوٹ اور ڈیزائن کو ابھی تک سمجھ نہیں پایا، لاکھ کوششوں کے باوجود انسانی ہاتھ اور ذہن کا بنایا ہوا کوئی سپر کمپیوٹر بھی اس کے عشر عشیر تک نہیں پہنچ سکا۔

ہر انسان کھربوں خلیات (Cells) کا مجموعہ ہے اتنے چھوٹے کہ خوردبین کی مدد کے بغیر نظر نہیں آتے۔ لیکن سب کے سب جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یوں انسان کا ہر ایک خلیہ شعور رکھتا ہے اور اپنے وجود میں مکمل شخصیت ہے۔ ان کے جینز میں ہماری پوری قسمت تحریر ہے اور زندگی اس بند پروگرام کے مطابق خود بخود کھلتی رہتی ہے۔ ہماری زندگی کا پورا ریکارڈ، ہماری شخصیت ہماری عقل و دانش، غرض ہمارا سب کچھ پہلے ہی سے ان خلیات پر لکھا جا چکا ہے یہ کس کی لکھائی ہے؟۔

حیوانات ہوں یا نباتات، ان کے بیج کے اندر ان کا پورا نقشہ بند ہے، یہ کس کی نقشہ بندی ہے؟ خوردبین سے بھی مشکل سے نظر آنے والا سیل (Cell) ایک مضبوط توانا عقل و ہوش والا انسان بن جاتا ہے۔ یہ کس کی بناوٹ ہے؟ ہونٹ، زبان اور تالو کے اجزا کو سینکڑوں انداز میں حرکت دینا کس نے سکھایا؟ ان حرکات سے طرح طرح کی عقل مند آوازیں کون پیدا کرتا ہے؟ ان آوازوں کو معنی کون دیتا ہے؟ لاکھوں الفاظ اور ہزاروں زبانوں کا خالق کون ہے؟ کوئی بھی نہیں

بس ایک حادثہ ہے!!!؟ محض عملِ ارتقاء ہے!!!؟

سائنس نے جدھر بھی دیکھا ہے، ایٹم کا جگر ہو یا کہکشاؤں کا عظیم تر نظام، ہر چیز کے اندر اپنا اپنا کلاک بند ہے۔ ستارے اسی پروگرام کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں، چانداس کے مطابق 1/4-27 دنوں کے بعد اپنے محور پر ایک چکر کاٹتا ہے، سورج ہر گیارہ سال کے بعد تاؤ میں آتا ہے، زمین ایک سال کے بعد اپنی پہلی حالت پر واپس آجاتی ہے، چوبیس گھنٹوں میں اپنے محور پر گھوم کر دن رات پیدا کرتی ہے، جانور اپنے اندرونی کلاک کے مطابق اپنی افزائش نسل کا انتظام کرتے ہیں، آدمی بھی پیدائش سے قبر تک اپنے اندر کے کلاک کی ٹک ٹک پر زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتا ہے، ریڈیائی عناصر ایک مقرر حساب کے مطابق ہر آن شعاعوں کو چھوڑتے ہیں۔ یوں کائنات کا ہر نظام اپنے اپنے پروگرام کا پابند ہے۔ ہر ایک اپنے مقرر شدہ راستہ پر چل رہا ہے۔ ایک عظیم الشان حساب ہے جسے صدیوں سے انسان دریافت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز نظام کسی سائنسدان، کسی پروگرامر کے بغیر یونہی چل رہا ہے؟

کون ہے وہ جس نے سات سو میل اوپر زمین کو اوزون گیس (Ozone Gas) کا غلاف اُوڑھا دیا تاکہ حیوانی زندگی کو سورج کی طاقتور الٹراوائلٹ شعاعوں سے محفوظ رکھا جاسکے؟

کون ہے وہ جو اس مضبوط آسمانی نظام کو کروڑوں سالوں سے قائم رکھے ہوئے ہے جس میں ذراسی بھی دراڑ آجائے تو زندگی بھسم ہو کر رہ جائے؟۔۔۔۔۔۔

کون ہے وہ جس نے زمین اور سورج کے درمیان انتہائی مناسب فاصلہ قائم کیا تاکہ زندگی پھلے پھولے؟۔۔۔۔۔۔

کون ہے وہ جس نے زمین کے اوپر سینکڑوں میل تک ہوائی نمدہ کی تشکیل کی تاکہ زمین کی طرف روزانہ آنے والے لاکھوں شہابِ ثاقب اس تک پہنچنے سے پہلے جل کر بھسم ہو جائیں، موسم بدلتے رہیں، بارشیں ہوتی رہیں اور سورج کی گرمی زمین کو مناسب درجہ حرارت پر رکھے؟۔۔۔۔ بولو کون ہے وہ؟۔۔۔

کون ہے وہ جس نے درختوں کو سکھا دیا کہ سورج سے روشنی، ہوا سے کاربن ڈائی آکسائڈ اور زمین سے پانی لے کر اپنے جسم بناؤ اور اس کے بدلے ہوا کو آکسیجن دو جو حیوانی زندگی

کے لیے ضروری ہے؟۔۔۔

کون ہے وہ جس نے ایک ہی پانی، ایک ہی زمین، ایک ہی سورج کی توانائی سے لاکھوں مختلف قسم کی نباتاتی مخلوق کو پیدا کر دیا؟۔۔۔

کون ہے وہ جس نے زمین کو انسان کے لئے ہر طرح کی معدنیات، نباتات اور حیوانات سے بھر دیا؟۔۔۔۔

کون ہے وہ جس نے ہر انسان کو مختلف پیدا کیا، حتیٰ کہ اربوں انسانوں میں سے کسی دو کی انگلیوں کے نشان تک نہیں ملتے، کسی کی کسی سے شکل نہیں ملتی، ہر ایک کی اپنی اپنی فضیلت اور عقل ہے لیکن اس قدر تفاوتوں کے باوجود آدمیت میں سب یکساں ہیں؟۔۔کون ہے وہ۔ بولو کچھ تو بولو؟

اگر یہ حادثہ ہے تو کیا آپ کے خدا کا نام حادثہ ہے؟ اگر یہ ارتقاء ہے تو کیا آپ کے اللہ تعالیٰ کا نام ارتقاء ہے؟ جان لو کوئی خدا نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے!۔۔۔

انسان کی بنائی ہوئی معمولی سی مصنوعات کے لئے بھی کوئی ڈیزائنر، کوئی کاریگر، کوئی موجد چاہیے۔ تو کیا یہ لامحدود وسعت اور پیچیدہ کائناتی نظام بغیر کسی ہمہ وقت، حاضر مستعد، قدیر، حکیم، بصیر، علیم ہستی کے بغیر یونہی چلتا جاتا ہے؟ کیا آپ کی عقل یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے؟

مانو یا نہ مانو ـــــ کائنات نغمہ سرا ہے، اس کا ہر ہر ایٹم پکار پکار کر یہ باور کرا رہا ہے کہ لازماً اس کا کوئی موجد ہے، جس نے اسے ایجاد کیا، کوئی ڈیزائنر ہے جس نے اسے ڈیزائن کیا، کوئی خالق ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے، کوئی سائنسدان ہے جس نے اسے پروگرام کیا ہے کوئی قائم رکھنے والا ہے جو اسے قائم رکھتا ہے، کوئی فنا کرنے والا ہے جو اسے ختم کر دے گا۔ خود بخود کچھ نہیں بن سکتا۔ اس کی ہستی سے انکار ناممکن ہے۔ اسے مسبّب الاسباب (Primal Cause) کہہ لو، وحدت اولیٰ (Singularity) کہو، فطرت (Nature) کہہ کر خوش ہو جاؤ، الفا (Alpha) اور اُمیگا (Omega) کا نام دے لو، گاڈ (God) کہو یا کوئی اور نام دو۔ وہی ہے اللہ تعالیٰ۔

اسی کے بارے قرآن کہتا ہے: اِنَّہٗ ھُوَ یُبۡدِئُ وَ یُعِیۡدُ (13)85

''بے شک وہی ہے جو لا وجود سے وجود میں لاتا ہے اور نئے سرے سے پیدا کرتا ہے''

وہی رب کائنات، بے مثل ذاتِ پاک ہے جو اپنی تمام تر تخلیقات سے یکتا، ہر جگہ

موجود، ہر ایک کا محافظ، ہر آن سے واقف، ہر آہٹ کا سننے والا، زمان و مکاں کا خالق، عقلِ کل، زبردست، سراسر علم وحکمت ہے۔ اپنی ذات میں بے مثل، شان میں لامتنہیٰ، کمال میں لاجواب۔ ادراک سے ماوریٰ، کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔ مالک یوم الدین۔ نہ جس کا کوئی باپ نہ بیٹا ، یکتا۔اسے مانے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ہستی کا گواہ ہے، پھول ہو کہ پتی، ریت کا ذرہ ہو یا پانی کا قطرہ، آسمان ہو یا زمین، سبھی اس کی تسبیح میں رطب اللسان ہیں، سبھی اس کے قوانین کے پابند ہیں۔سب کا خالق، سب کا رب، سب کا حساب لینے والا، سب کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے والا، سب کے اندر، سب کے باہر۔

ہماری عقلوں سے ماوریٰ مسبّب الاسباب جس نے ہر چیز کو محیط کیا ہوا ہے۔ ہر جگہ، ہر آن موجود، ہر پکارنے والے کی پکار سننے والا، ہر طاقت کا سرچشمہ۔جو اول بھی ہے اور آخر بھی۔ جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ وہ جس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہی ہے اللہ تعالیٰ۔

اس کا حکم ہر جگہ ہر وقت کارفرما ہے۔ بنانے کے لیے، پہنچنے کے لیے، کنٹرول کرنے کے لیے اسے نہ وقت چاہیے نہ جگہ۔قوانین فطرت زمان اور مکان، توانائی اور مادہ اس کی صفات کے مظہر ہیں۔ ماضی حال اور مستقبل بیک وقت جس کے سامنے یکساں ہیں۔کائنات جس کے ''کُن'' کے ایک اشارے پر معرض وجود میں آئی اور اسی کے ترتیب دیئے ہوئے ڈیزائن کے مطابق ختم ہو جائے گی۔وہی ہے سب کا رب۔سب کا خالق۔

سبحان اللہ ! اس کی رحمت کا یہ حال ہے کہ کائنات اس کی مٹھی میں بند ہے لیکن اپنے باغیوں کی بھی پرورش کرتا ہے، جو اسے نہیں بھی مانتا اُسے بھی سب کچھ دیتا ہے۔ اپنی لاانتہا عظمت، شان وشوکت، قدرت اور طاقت کے باوجود اتنا پیار کرنے والا کہ ماں کا پیار اس کے سامنے ہیچ ہے۔وہی ہے ہمارا مالک، ہمارا ملجا، ہمارا ماویٰ۔

وہ ہر نقص سے پاک، واحد یکتا، بے نیاز، اپنی حقیقت میں بے مثال، کمال میں لاجواب، اپنی ذات میں اٹل اور مکمل (Absolute)، نہ وہ پیدا کیا گیا، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، وحدہ لاشریک، زمان ومکاں سے بالاتر، اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ الفاظ اس کی شان کو بیان نہیں

کر سکتے، لیکن ذرہ ذرہ اس کی پہچان ہے۔نور ہی نور، ظلمت کدوں کو روشن کرنے والا، گمراہوں کو ہدایت دینے والا، کرم کا بادشاہ۔

کیسی عجیب بات ہے کہ اگرچہ ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے لیکن دل سے مانتے بھی نہیں۔اس کی سلطنت میں رہتے ہیں لیکن اس کے قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔اس کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے لیکن اسی کو ہی بھولے ہوئے ہیں۔

افسوس جس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے اسی سے چھپتے ہیں۔اگرچہ ہماری کامیابی کا انحصار (Salvation) اس کے مقصد سے ہم آہنگی میں ہے، لیکن افسوس کہ ہم وہ مقصد نہیں جانتے۔ ہمارے اپنے ہر چھوٹے بڑے کام کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے، کوئی نظریہ (Idea) ہوتا ہے۔سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ کائنات میں ہر چیز با مقصد ہے۔سورج اپنا کام کر رہا ہے، زمین اپنے کام میں لگی ہوئی ہے، مقصد در مقصد سب ایک دوسرے کے لیے زندہ ہیں۔لیکن افسوس کہ ہم اپنے مقصد حیات سے بے خبر ہیں۔

مقصدِ حیات

پندرہ ارب سال کی بات ہے کہ زمین و آسمان کا آغاز ہائیڈروجن کے سادہ عنصر سے ہوا۔اس کے بعد اربوں سالوں پر محیط عرصہ میں ایٹمی دھماکوں کے عمل سے ستاروں میں پیچیدہ سے پیچیدہ تر عناصر کی تخلیق ہوتی رہی، ایک سے دو، دو سے تین، تین سے چار اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ یوں وہ عناصر جن سے ہماری زمین کو تخلیق ہونا تھا اور ہمارے اجسام کو تشکیل پانا تھا، ان کو بنانے کے لیے خالقِ کائنات ستاروں کو یکے بعد دیگرے دھماکوں سے اڑاتا رہا۔ پھر کھربوں میلوں پر بکھرے ہوئے ان اجزاء کو اکٹھا کیا اور ہماری زمین کو بنایا اور اسے سورج کے پاس نہایت قرینے سے رکھا پھر اس میں ہر قسم کے جمادات، نباتات اور حیوانات پیدا کیے۔ایک ایسا نظام قائم کر دیا جس میں ہر چیز انسان کی خدمت پر مامور ہے۔اس فلسفہ حیات کے مطابق انسان کائنات کی غرض وغایت ہے۔وہ زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے، ڈیزائن میں قدیم ترین، ظہور میں جدید ترین اور صفات میں احسن التقویم، جس کے بارے قرآن اعلان کرتا ہے۔

سَخَّرَلَکُمۡ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

’’جو کچھ آسماں میں ہے اور زمین میں ہے، وہ سب کا سب تمہارے ہی لئے بنایا گیا ہے‘‘۔

جبکہ سیکولر سوچ یہ ہے کہ انسان کسی کائناتی حادثہ کا نتیجہ ہے بس یونہی بن گیا اور یونہی ختم ہو جائے گا۔ ایک بے مقصد بے وقعت چیز۔ انسان تو کیا ساری کائنات ہی ان کے لئے بے مقصد کھیل ہے۔ کیا آپ کی سوچ بھی یہی ہے؟

دراصل زندگی جسم کے لئے نہیں بلکہ اپنے خالق کی معرفت کے لیے ہے۔ نہ ہی یہ زمین کے لئے ہے، دراصل ہمارا اصل گھر جنت ہے وہاں سے نکلنے سے بعد اب وہاں وہی جائے گا جو زمین سے دل لگانے کی بجائے آخرت کی فکر کرے گا اور اپنے آپ کو اپنے رب کی صفات سے مزین کرے گا۔

خالق کی صفات کو کیسے اپنایا جائے؟ خالق کے سامنے کیسے جھکا جائے؟ روح اس کی طرف کیسے ترقی کرے؟ کھوئی ہوئی جنت کو ہم کیسے پائیں؟ ان مقاصد کو حاصل کرنے میں کوئی ایسا دور نہیں آیا جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی نہ کی ہو۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ ذات پاک ہماری فلاح کے لیے مسلسل اپنے خاص بندے بھیجتا رہا ہے جنہیں ہم اس کے نبی یا رسول کہتے ہیں۔ جب انسانی تہذیب رب العالمین کے پیغام کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے کے قابل ہوگئی تو اس نے سرورِ کائنات خاتم النّبیین محمد ﷺ کو بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے یہ نہ کہا کہ صرف مجھے ہی مانو بلکہ ہر دور میں آنے والے انبیاء اور رسولوں کی تصدیق کی اور لوگوں کو اسلام پر بلایا، جو آپ سے پہلے بھی سب انبیاء کا دین تھا۔ پھر فرمایا: ’’دین میں جبر نہیں۔ تمہارے لئے تمہارا دین، میرے لئے میرا دین‘‘۔

اس دین کا نام اسلام ہے، جس کا مادہ (Root) سلم ہے جس کا مطلب امن ہے، اپنے آپ سے امن، اپنے رب سے امن، اپنے ہمسائے سے امن، اس دنیا میں امن، اور آخرت کا امن غرض ہر طرح کا امن طرۂ اسلام ہے۔ اس پر ایمان لانا، تمام انبیاء پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔

لادینیت کا سیلاب۔۔ایک وارننگ

ابوفیصل محمد منظور انور

عالمِ اسلام اس وقت سنگین صورت حال سے دوچار ہے۔ دین اسلام کے پیروکار اسلامی احکامات اورقرآنی تعلیمات کواپنا کراپنی زندگیاں گزارنے کی بجائے مغربی ممالک کی عریانی فحاشی پرمبنی لادینیت سے بھرپورثقافت اپنانے کے گرویدہ ہوچکے ہیں اس طرح وہ دین اسلام کوسمجھنےاوراسلامی طرزِحیات اپنانے اوراپنی زندگیاں دین اسلام کی دی گئی مشعل راہ کوتھام کر گزارنے کی بجائے اس کوپس پشت ڈال چکے ہیں۔قول وفعل،شکل وصورت،لباس کی تراش خراش اورپُرتعیش رہن سہن میں بھی ان کی مشابہت اختیارکرنے میں فخرمحسوس کرتے نظرآتے ہیں مغرب کے گمراہ ومادر پدرآزادمنش انسانوں کی سی زندگی گزارکراپنی عاقبت سے بےخبرلادینیت کے گھوڑے پرسواراسے بگٹٹ دوڑائے جارہے ہیں جہاں انھیں سوائے ذلت ورسوائی کے کچھ بھی توحاصل ہونے والانہیں ہے۔

گناہوں سے آلودہ اورکفروشرک کی گہری کھائیاں ان کامقدربن چکی ہیں ’’نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن‘‘ کے مصداق ایسی زندگی سے نجات ممکن ہی نہیں آج کل معدودے چندافرادکو چھوڑکرامت مسلمہ کی اکثریت توچندروزہ دنیا کی بھول بھلیوں میں اوردنیاوی لذتوں میں اس طرح گم ہے کہ حیاتِ مستعارلےکرآنے والااپنی عادات کوترک کرنے اوردنیاچھوڑنے کے لئے قطعی طورپرتیارنظرنہیں آتا۔بدقسمتی کی انتہاہے کہ فانی زندگی کی ترجیحات کواہمیت دےکروہ ابدی

اور لافانی زندگی کی نعمتوں کو یکسر بھول چکا ہے مسلم نوجوان اپنی پہچان بھی بھول چکے ہیں آسمان کی بلندیوں اور رفعتوں تک پہنچنے کی بات تو درکنار وہ تو بدکردار بن کر ذلت و رسوائی میں غرق ہونے کے لیئے بیتاب نظر آتا ہے وہ شاید یہ بات بھول چکا ہے کہ وہ اشرف المخلوقات میں سے ہے جس عظیم انسان کے بلند درجات پر ملائکہ بھی رشک کرتے نظر آتے ہیں اور بقول حضرت علامہ اقبال

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

کے مصداق وہ یہ مقام حاصل کر سکتا ہے مگر آخرت میں اعلیٰ و ارفع بلند مرتبے پر فائز ہونے اور انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کی تمنا کر کے نیک اعمال کرنے کی بجائے یہ مسلمان قعر مذلت کے عمیق گڑھے میں جانے کے لئے بے چین ہیں بدیسی انگریزی زبان سیکھتے سیکھتے وہ زبان دانی کی بجائے ایک ایسا مکمل انگریز بننا قابل فخر سمجھتا ہے جس کا کوئی مذہب نہیں اور وہ شخصی آزادی کے نام پر انسانیت سوز حرکتوں کا مرتکب ہو کر بھی اس پر شرمندہ یا پشیمان ہونے کی بجائے اتراتا نظر آتا ہے جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے وہی کچھ ہمارے ہاں بھی مقبول اور عام ہے۔ خدا بیزار اور مذہب بیزار افراد خوشیاں منائیں کہ دنیا بھر کے نوجوانوں میں عریانی فحاشی کو سیلاب کی مانند پھیلانے والی بدنام زمانہ انتہائی گھٹیا **''یوٹیوب''** نامی ویب سائٹ کو اعلیٰ عدالت کے حکم پر اس پر موجود قابل اعتراض فحش مواد سمیت پوری درفتنی کے ساتھ کھول دیا گیا ہے اب کھلی آزادی کے ساتھ پاکستانی نوجوان نسل کو بھی تباہ کرنے کا منظّم انداز میں دوبارہ آغاز ہو گا جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے وہی کچھ ہمارے ہاں بھی مقبول ہے فلمی دنیا سے وابستہ مرد و خواتین نے تفریحی پروگرامز کے نام پر پڑوسی ملک کی بے ہودگیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے ناچنے گانے والیاں، گویے، میراثی ہماری آئندہ نسلوں کے لئے آئیڈلز بنا کر پیش کیے جا رہے ہیں ہمارے چھوٹے بڑے شہروں کے ہوٹلوں، سینماؤں، نائٹ کلبوں، بازاروں اور تفریحی مقامات اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مسلمان خاندانوں ہی کی بہو بیٹیاں فیشن کے نت نئے انداز اپنا کر وہ جس طرح عریانی و فحاشی پھیلانے والے انگریزی لباس میں ملبوس ہو کر مصروف نظر آتی ہے اسے دیکھ کر تو شاید شیطنت کی روح بھی شرما جاتی ہو گی کہ ابلیس ملعون نے بھی اولادِ آدم سے ایسی بے ہودگی کی توقع نہ رکھی ہو گی۔ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے

برگشتہ کرنے میں اسلام دشمنوں نے ایک سازش کے ذریعے تصویر کشی (فوٹوگرافی) کا سہارا لے کر اسے اس قدر استعمال کیا کہ نا صرف مسلم معاشرے بلکہ پوری انسایت کو بے راہ روی کی دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے۔آج ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ پر بے حجاب و نیم برہنہ خواتین کو پیش کر کے تجارتی مقاصد اور تفریح کے نام پر ایسے ایسے روح فرسا مناظر دکھائے جارہے ہیں جس پر شیطان کی خوشی تو اس کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے مگر پوری انسانیت کے سنجیدہ حلقے انگشت بدنداں ہے کہ یہ حضرت ہی اشرف المخلوقات میں سے ہیں جسے اللّٰہ ربّ العزت نے ایک اعلیٰ مقام کی خاطر چند روزہ زندگی سے نوازا ہے اور کامیابی کی صورت میں نا قابل تصور انعام واکرام دینے کا وعدہ کیا ہے۔مسلم خواتین ہماری بہو بیٹیوں کے سر سے دوپٹہ غائب، ستر پوشی کی بجائے لباس ہی مختصر ہو چکے ہیں میڈیا پر جو کچھ دکھایا جارہا ہے اور مسلم معاشرہ اس پر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے خاموش تماشائی بنا ہوا ہے اس کا خمیازہ خدا بیزار و اسلام بیزار سیکولر طبقات کچھ لادین قسم کے روشن خیال خاندان تو اپنے خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ اور بے حمیتی و بے غیرتی کی شکل میں بھگت رہے ہیں مگر اب معاشرے کے باقی افراد کو بھی اس کے اثرات کا سامنا ہے۔مغربی تہذیب کے رسیا حکمران، ان کے گماشتے اور دیگر لادین عناصر تو شرم وحیا سے عاری ہو ہی چکے یہی وجہ ہے کہ وہ لادینیت ایسے عفریت کو روکنے کی بجائے اسے مزید تقویت دینے کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں انھیں اقتدار ہی تو عزیز ہے چاہے اس کے لئے انھیں کتنی ہی غیر اخلاقی سرگرمیوں کی صورت میں قیمت چکانا پڑے۔یہودیوں کی سرپرستی میں سودی معیشت پر انحصار کر کے اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ بے خوف وخطر لڑی جارہی ہے پورا معاشرتی نظام سودی کاروبار کی دلدل میں دھنس چکا ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آتا۔اللّٰہ تعالیٰ انسانیت سے ناراض ہے اور کبھی زلزلے اور کبھی سیلاب اور دیگر قدرتی آفات کی شکل میں ہمیں جھنجوڑنے اور اپنی اصلاح کا موقع فراہم کرتا ہے مگر اُمت مسلمہ کی اکثریت بھی اس وارننگ کو قابل التفات ہی نہیں سمجھ رہی۔اسلامی ممالک کے مسلم معاشروں میں، ہوس زر، رشوت، ناانصافی، چوری، ڈاکہ، بدکاری، ملاوٹ دھوکہ دہی، ایسی برائیوں کی وبا عام ہے اس کے ساتھ ہی مخلوط محفلیں غیر ملکی وملکی این جی اوز کا تحفہ ہیں جس کے ذریعے خواتین کو حقوق نسواں دلانے کے نام

پر انھیں گھروں سے باہر لا کر مغربی تہذیب کا رسیا بنایا جا رہا ہے ہماری اخلاقیات کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی اپنانے کی بجائے سب کچھ مغربی طور طریقوں کے مطابق کیا جا چکا ہے بلکہ ہمارے مسلمان بھائی بیٹے ان گمراہ معاشروں کی دیکھا دیکھی ان سے دو قدم آگے چلنے پر تیار ہیں لادینیت کے سیلاب کو روکنے اور اس کے سامنے بند باندھنے کے لئے ابھی تک سارے نہیں چند ایک مذہبی جماعتوں کے علماء کرام کی نحیف سی آوازیں سننے کو مل رہی ہیں پوری امت مسلمہ کے ذمہ دار حلقوں کی طرف سے ابھی تک کوئی اجتماعی موثر آواز سننے کو نہیں مل رہی پچھلے ایک ماہ کے دوران چھ/سات بار زلزلے کے جھٹکے کیا ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ یا شاید ابھی کسی بڑی آزمائش کا انتظار ہے۔

دنیا بھر کے مسلم رہنماؤں اور عام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور کثرت کے ساتھ توبہ واستغفار کریں اور وسیع پیمانے پر پھیلائی جانے والی بے حیائی اور فحاشی اور لادینیت کے سیلاب کی روک تھام کے لئے اپنا ملّی و قومی فریضہ ادا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری خاموشی کے باعث وقت ہی ہاتھ سے نکل جائے اور پھر آزمائش کی گھڑی میں ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو!
تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

اعتذار: قارئین کرام! حکمت بالغہ ماہِ فروری 16ء کے شمارے میں ''امریکہ کی سرکاری مہر'' کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون میں درج ذیل لفظی غلطیوں کی اصلاح فرمالیں۔

صفحہ 37 کی سطر 12 میں لفظ 'اقراء' کی بجائے 'افراد' کرلیں۔

صفحہ 38 کی سطر 18 میں حوالہ کتب اس طرح ہے: 1.Dajjal by Ahmad Thompson.

2. Pawns in the Game, by Willan Guy Carr. 3۔ فری میسنری از بشیر احمد)

تبصرہ وتعارف کتب

1۔ افکارِ مجاہد ملت

مصنف: محمد صادق قصوری

ناشر: مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں، ضلع قصور

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

زیر تبصرہ کتاب بطل حریت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم ومغفور کے صد سالہ جشن ولادت (1915ء۔2015ء) کے سلسلہ کی ایک قابل تحسین کاوش ہے۔ جو اُن کے حالات زندگی، منظوم ومنثور خراج ہائے عقیدت، انٹرویوز اور صاحب کتاب کی سوانحی تحریر ''حرفِ صادق'' خصوصی طور پر ''مجاہد ملت کے ماہ وسال'' پر مشتمل ہے۔ ایک سوانحی اشاعت کے ساتھ ساتھ تقسیم ہند کی تاریخ اور قیامِ پاکستان کی تحریک کا وافر حصہ بھی شامل کتاب ہے۔ 1941ء میں مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ صدر دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد کیا۔ اور انہوں نے پاکستان کے حق میں پرجوش تقریر کی تو قائداعظم کے شگفتہ اور متین ومدبر رُخ زیبا پر اظہار خوشی ومسرت کی حسین لکیریں اُبھریں اور فرمایا:

> ''جس قوم کے پاس عبدالستار خان نیازی جیسے پیکرانِ یقین وصداقت اور صاحبانِ عظمت وہمت ہوں، اُس کے پاکستان کو بھلا کون روک سکتا ہے۔'' (ص 238)

''راجگو پال اچاریہ فارمولا'' کے بارے میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب استفسار کیا: ''نیازی! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو جواب دیا: ''حضرت! ہمارے بزرگوں نے تو بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیے تھے۔ خشکی پر بحری جہاز چلا دیے تھے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ہم اسی جوش کے ساتھ اپنی منزل کی جانب بڑھتے چلے جائیں گے۔'' جس پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے نوجوانانِ

اسلام سے یہی توقع ہے۔'' زیرتبصرہ کتاب درحقیقت تحریک پاکستان اور پاکستان میں نفاذِ اسلام کے بارے میں ایک بنیادی ذریعۂ معلومات (PRIMARY SOURCE) کی حامل، کتب خانوں کی ضرورت اور مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندان کے لیے ناگزیر تحفہ ہے۔

2 ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت

مطبوعات القاسم اکیڈمی نمبر

تالیف: علامہ عبدالرشید عراقی ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

زیرتبصرہ ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت اُردو زبان میں اپنے کتابیاتی حوالہ سے دینی تحریکی اشاعتی اداروں کے لیے ایک رہنما کی حیثیت کی حامل ہے۔ کیونکہ دورحاضر میں میڈیا (پرنٹ ہو یا الیکٹرانک) بہرحال ایک ناگزیر ضرورت ہے جس سے القاسم اکیڈمی ایسے ادارے پوری طرح مستفید ہورہے ہیں۔ کتابیاتی ادب میں ابن الندیم کی ''الفہرست'' ایک شاہکار ہے۔ القاسم اکیڈمی کی تصنیفات کا تعارف بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ علم کتاب داری (LIBRARY SCIENCE) کی اصطلاح میں اسے تجزیاتی وموضوعی کتابیات کا درجہ حاصل ہے۔ تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، سیاست، تصوف وسلوک، عقائد، اخلاقیات، سوانح، ادب، شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی کے مواعظ وخطبات، ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعتوں اور ردّ فرق باطلہ پر مشتمل تصانیف کا تعارف وخلاصہ ایک علمی اشاعت ہے۔ اشاعتی ادارے اپنی تصنیفات کے کیٹلاگ تو شائع کرتے ہیں لیکن ان کے پیش نظر محض تجارتی نقطۂ نظر ہوا کرتا ہے۔ القاسم اکیڈمی ایسے اسلامی اشاعتی اداروں کا مقصود دراصل اشاعت وترویج اسلام ہے۔ یہی جذبہ اس خصوصی اشاعت میں بھی کارفرما ہے۔ بہرحال بہتر ہوتا اگر اس میں قیمتوں اور تصانیف کی دستیابی کے بارے میں بھی قارئین کو معلومات فراہم کی جاتیں۔ یعنی حاضر سٹاک (CURRENT) ہے یا پرانی تصنیف (RETROPECTIVE) ہے۔ تالیفات کے تعارف میں دیگر اداروں کے تبصروں سے اقتباسات کو بھی شامل کرکے اسے مزید جامع بنایا جاسکتا تھا۔ دینی اداروں کے لیے

یہ نصابی اور عمومی کتب خانوں کے لیے مفید معلوماتی تصنیف ہے۔

3 روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت

(جلد دوم)

مصنف: ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر: مکتبہ دعوۃ الحق، بلاک ۵، شاہ فیصل کالونی، کراچی

تبصرہ نگار: ساجد محمود مسلم

سیرت النبی ﷺ کی منفرد طرز کی کتاب ''روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت'' کی دوسری جلد طبع ہوکر منظر عام پر آ چکی ہے۔ مصنف ڈاکٹر تسنیم احمد کی یہ کاوش لائق تحسین اور باعث تسکین ہے کہ عصر حاضر میں سیرت النبی ﷺ کے اس مرکزی پہلو کو موضوع بنایا گیا ہے، جس کے لیے خاتم النّبیین ﷺ کو تمام نوعِ انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا۔ قرآن حکیم ہی نبی ﷺ کا آلہ دعوت اور ذریعہ تربیت تھا لہٰذا اس کی تعلیمات کو موضوع بحث بنائے بغیر کتابِ سیرت تشنہ تکمیل رہتی ہے۔ مصنف کا اسلوب دلنشین و دلگداز اور طرز ساز ہے، کیونکہ عموماً کتب سیرت اس طرز پر قرآنی تعلیمات کو سیرت کے پہلو بہ پہلو پیش کرنے سے گریزاں رہی ہیں۔ مصنف کے طرزِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد کوئی نئی علمی تحقیق پیش کرنا نہیں بلکہ پاکستانی معاشرہ کی اصلاح وفلاح ہے، مصنف مستحق مبارک باد ہیں کہ وہ اپنے اس مقصد میں خاصے کامیاب جا رہے ہیں۔

کتاب کی یہ دوسری جلد باب 9 تا 31 پر مشتمل ہے، جن میں زمانی ترتیب پر سیرت النبی ﷺ اور نزولِ قرآن کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا۔ یہ ابواب نبوت کے چوتھے سال کے احوال و حوادث بالتفصیل پیش کرتے ہیں، یہ وہ دور ہے جب نبی ﷺ نے انفرادی دعوت کے ساتھ اجتماعی دعوت کا آغاز کیا، جس زیرِ افق آفتاب کی روشنی ظلمتِ شرک کو مٹانے کے لیے چھن چھن کر آ رہی تھی، اب وہ آفتاب اپنی آب وتاب کے ساتھ اُفق سے اُبھر آیا تھا۔ روشنی کے متلاشی اس آفتاب کا استقبال گرمجوشی سے کر رہے تھے جبکہ اندھیروں کے متوالے چیں بچیں ہو رہے تھے، اسی پر بس نہیں کہ ظلمت کے پجاریوں نے صرف روشنی سے آنکھیں بند کر لیں تھیں بلکہ وہ آفتابِ نبوت کو گہنانے کی فکر میں تھے، چنانچہ نبی ﷺ اور اہل ایمان کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔

فاضل مصنف نے کتاب میں صرف چند مقامات پر خاص خاص واقعات کے مآخذ بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے، جو کہ ان جیسے محقق کی شان سے فروتر ہے۔اس پائے کی کتاب کے لیے ضروری تھا کہ ہر واقعے کا قابل مراجعت ماخذ بیان کیا جاتا، امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔مصنف کے اندازِ بیان اور واقعات کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فکر مودودی بہت متاثر ہیں۔سورۃ الشعراء کی آیت 213 تا 220 پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اب بتوں کی کھلی مذمت ہے اور بیانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہا جا رہا ہے کہ اللّٰہ کی اطاعت کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے، اہالیانِ شہر جن معبودانِ باطلہ کو معبود خیال کرتے ہیں ان کی ہرگز اطاعت نہ کی جائے''۔(ص 34) بلاشبہ غیر مشروط اطاعت اصلاً صرف اللّٰہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، تاہم عبادت جیسے صریح لفظ کو اطاعت سے بدلنا ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔مزید برآں سورتوں کی ترتیب نزول، جو مصنف نے اختیار کی ہے، محل نظر ہے۔امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں سورتوں کی ترتیب نزولی کی چار روایات بیان کی ہیں اور ان سب میں سورۃ المزمل ترتیب کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے جبکہ مصنف کتاب ہٰذا نے اسے 38ویں نمبر پر ذکر کیا ہے۔اسی طرح الاتقان میں سورۃ الفجر کا 9واں نمبر ہے مگر مصنف نے اسے 42ویں نمبر پر رکھا ہے۔بہتر ہوتا اگر موصوف اپنا ماخذ ترتیب بالصراحت بیان فرما دیتے۔

4۔ اسلام کا نظامِ بیعت

قاضی محمد ظفر الحق

تبصرہ نگار: محمد انور سعید

جناب قاضی محمد ظفر الحق صاحب دو درجن سے زائد چھوٹی بڑی کتب کے مصنف ہیں اور ان کے بے شمار مقالہ جات اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔راقم نے موصوف کے کچھ مقالات کا مطالعہ کیا ہے اور یہ مقالہ نویسی میں حق ادا کرنے کی سعی فرماتے ہیں۔زیر تبصرہ کتاب ''اسلام کا نظام بیعت'' میں بھی انھوں نے موضوع کا حق ادا کیا ہے، نظامِ بیعت سے متعلق کافی وشافی دلائل اس کتاب میں ہیں۔بیعت، مراسم بیعت، قرآن اور احادیث کی روشنی میں

بیعت کی اقسام، تاریخ، بیعت سمع وطاعت، پر روشنی ڈالی گئی ہے، ہمارے نزدیک بیعت روحانی سے زیادہ اسلام کے تحریکی اور سیاسی نظام کی بنیاد ہے، آج کل کے زاویوں، خانقاہوں اور صوفی سلاسل میں بھی یہ پہلو مفقود ہو چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے پھر تازہ کیا جائے۔ تبھی ''اسلام'' اپنی تمام کمال شان وشوکت پر نظر آئے گا، یہی وجہ ہے حضرت مہدی علیہ الرضوان کی جدوجہد بھی خروج دجال کے موقع پر بیعت کی بنیاد پر ہوگی۔ قاضی صاحب نے بھی اپنے انداز فکر کو خلافت علیٰ منہاج النبوت کے سلسلہ میں پیش کرنے کے لیے اسلام کے نظام بیعت کو اساسی یا واجب بنانے کی کوشش کی ہے، ان کی یہ کاوش لائق صد تحسین ہے۔ (کارڈ بائنڈنگ اور 96 صفحات پر مشتمل یہ کتاب، B-458 لین نمبر 14، لالہ رخ، واہ کینٹ سے حاصل کی جا سکتی ہے)

5۔ مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ بحضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف: محمد صادق قصوری

ناشر: مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں، ضلع قصور

تبصرہ نگار: محمد انور سعید

مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے مجاہد، خلافت پاکستان کے بانی، جمعیت علماء پاکستان کے اہم مرکزی رہنما رہے۔ آپ ملک میں اہلسنّت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے اتحاد وتعاون کے لئے کوشاں رہے محمد صادق قصوری جو مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار وخدمات کو پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں ان کی کاوش کی ایک خوبصورت کڑی ہے، مولانا نیازی کے رحمۃ اللہ علیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خطابات کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔ خطبات ومضامین اپنے موضوع کے مطابق خوب ہیں،،، کتاب کا ٹائٹل قاری کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے سیرت طیبہ اپنی مثال آپ موضوع ہے، ان خطبات کی روشنی میں سیرت کو پڑھنے اور حرز جان بنانے کی اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے (آمین)

رضی الدین سیّد، کراچی، کا مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعہ کتاب

صہیونیت،

قرآن مجید کے آئینے میں

پر اپنے تاثرات کا خط

انجینئر مختار فاروقی صاحب نے صہیونیت کے بارے میں قرآن پاک میں جگہ جگہ پائی جانے والی آیات کو اپنی کتاب میں یکجا کر کے، اور صہیونیت کی کل تاریخ کا ایک مناسب جائزہ لے کر، اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ایک عمدہ اہتمام کیا ہے۔ واضح رہنا چاہیے کہ صہیونیت دراصل یورپی یہودیوں کی اختراع ہے کیونکہ وہی وہاں مارے اور رگیدے جارہے تھے۔ مشرقی یہودیوں کو اس صہیونیت سے کوئی لینا دینا نہیں تھا کیونکہ عیسائی بربریت سے وہ بہت دور تھے۔ تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ قیامِ اسرائیل کے بعد یورپ ہی کے کم وبیش ۶۰،۰۰۰ یہودیوں نے اپنے اپنے ممالک سے اسرائیل کی جانب ہجرت کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ لوگ آج تک وہاں کی آزادیوں اور سہولیات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ نظریۂ صہیونیت کو اُس دور کے بڑے بڑے یہودی رہنماؤں اور ربیوں نے مسترد بھی کیا تھا کیونکہ وہ اس اقدام کو توراتی عقائد کے خلاف گردانتے تھے۔

فاروقی صاحب کی اس کتاب میں مطالعے کو کافی مواد مل جاتا ہے۔ جو حضرات یہودیت اور صہیونیت کو ایک ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں، کتاب میں ان کے لیے عمدہ مواد ہے۔ البتہ حوالہ جات بھی اگر اپنے ہی مقامات پر دے دیے جاتے تو اس میں مزید افادیت آ جاتی۔ مثلاً یہودیوں کے اس دعوے پر کہ ''وہ خدا کی چہیتی قوم ہیں''، یا اس عبارت کے لیے کہ ''یہودی چین میں بھی جا کر آباد ہو گئے تھے اور انہی نے چنگیز و ہلاکو کو مسلمانوں کو تہہ تیغ کے لیے اکسایا تھا''، موقع ہی پر حوالے موجود ہوتے تو مواد میں کافی خوبصورتی آ جاتی۔ کتاب کی طباعت اور پیشکش بہت عمدہ ہے اور دونوں ہی لوگوں کو مطالعے کی طرف راغب کرواتی ہیں۔

فرمودۂ اقبال   درویشی کی حکمرانی

نظم فقر

از کلیاتِ اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

سلسلہ وار 3

مومناں را گفت آں سلطانِ دیںؐ   'مسجدِ من ایں ہمہ روے زمیں'

اس سلطانِ دین (ﷺ) نے مسلمانوں سے فرمایا: 'یہ تمام روئے زمین میری مسجد ہے'

الاماں از گردشِ نُہ آسماں   مسجدِ مومن بدستِ دیگراں

نو آسمانوں کی گردش سے پناہ ہے   مسلمانوں کی مسجد غیروں کے قبضے میں

سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش   تا بگیرد مسجد مولاے خویش

پاک فطرت بندہ زبردست جدوجہد کرتا ہے   تاکہ اپنے آقا کی مسجد غیروں کے قبضے سے چھڑا لے

اے کہ از ترکِ جہاں گوئی مگو   ترکِ ایں دیرِ کہن تسخیرِ او

اے مخاطب! تو ترکِ دنیا کی بات کر رہا ہے ایسا نہ کہہ   اس پرانے بت خانے کو ترک کرنا اس پر غلبہ پانا ہے

راکبش بودن ازو وارستن است   از مقامِ آب و گل برجستن است

اس پر سوار ہو جانا گویا اس سے چھٹکارا پانا ہے   اور آب وگل کے مقام سے بلند تر جانا ہے

صیدِ مومن ایں جہانِ آب و گل   باز را گوئی کہ صید خود بہل؟

آب وگل کی یہ دنیا مردِ مومن کا شکار ہے   کیا تو باز سے کہہ رہا ہے کہ وہ اپنا شکار چھوڑ دے

حل نشد ایں معنئ مشکل مرا   شاہیں از افلاک بگریزد چرا

مجھ سے یہ مشکل بات حل نہیں ہو سکی کہ   شاہین افلاک سے کیوں گریز کرتا ہے

واے آں شاہیں کہ شاہینی نکرد   مرغکے از چنگ او نامد بدرد

اس شاہین پر افسوس ہے جس نے قوت کا اظہار نہیں کیا   کوئی پرندہ اس کے پنجوں میں درد سے نہیں تڑپا

در کنامے ماند زار و سرنگوں   پر نہ زد اندر فضاے نیلگوں

وہ آشیانے میں افسردہ سر جھکائے بیٹھا رہے،   اس نے آسمانی فضا میں ذرا بھی پرواز نہیں کی

الحمدللہ

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

اشاعت کے 9 سال 9 خصوصی اشاعتیں

1	2007ء	حقیقت انسان نمبر
2	2008ء	حقیقت علم نمبر
3	2009ء	احیاء العلوم نمبر
4	2010ء	دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر
5	2011ء	حقوقِ نسواں نمبر
6	2012ء	یاجوج ماجوج نمبر
7	2013ء	خصوصی اشاعت: الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ
8	2014ء	خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......
9	2015ء	خصوصی اشاعت: حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

خود مطالعہ کریں............دوستوں کو تحفہ دیں............محدود تعداد میں دستیاب ہیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز

حسب روایت 2016ء میں بھی

قرآن اکیڈمی جھنگ میں

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

تعطیلاتِ گرما کے دوران

مئی2016ء اور جولائی2016ء

13 مئی تا 3 جون2016ء

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

معلومات کے لیے 20روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بروشر مفت حاصل کریں

یا hikmatbaalgha@yahoo.com پر

بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کروائیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561